ترتیبِ جدید

سلسلۂ منتخبات نظم اردو

جذباتِ فطرت

مرتّبہ

محمد الیاس برنی - ایم اے ال ال بی (علیگ)

جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد چہارم

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علیگڑھ میں ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء طبع ہوئی

قیمت عہ

جذباتِ فطرت

جلد چہارم

اِس سلسلہ کے چاروں سٹوں کی بارہ کتابوں کے ملنے کے پتے

(۱) محمدؐ مقتدیٰ خاں شروانی ۔ علی گڑھ

(۲) محمدؐ الیاس برنی ۔ جام باغ ۔ حیدرآباد (دکن)

(۳) شیخ مُبارک علی ۔ لُہاری دروازہ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشریح ترتیبِ جدید

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہی کہ اُردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی پرانی داستان ہی۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ اردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پورے طور پر تصدیق ہوتی ہی۔ اگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اس سلسلۂ انتخاب کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ثابت ہوگا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ سر دھنتے ہیں

ان کی ہم پلہ نظمیں خود ان کی اُردو زبان میں موجود ہیں۔ شعر و سخن کے چمن کھلے ہوئے ہیں جن کے رنگ و بُو سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ اس انتخاب کو دیکھکر تعلیم یافتہ حضرات کے دل میں ضرور اردو شاعری کی قدر و محبت پیدا ہوگی اور ان کی قدردانی و توجہ سے اُردو شاعری کی ترقی کا ایک نیا دَور شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی جب کہ معارفِ ملت مناظرِ قدرت اور جذباتِ فطرت کی پہلی تین جلدیں شائع ہوئیں اور پہلا سٹ کہلائیں ملک نے بہت گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اچھے اچھے ادیبوں اور نقادانِ سخن نے انتخاب اور ترتیب کی داد بلکہ مبارکباد دی۔ ہر طرف سے فرمایشوں کا تار بندھ گیا۔ اور ہاتھوں ہاتھ کتابیں چل نکلیں۔ علاوہ بریں اکثر صوبوں کے مدارس میں کتب خانوں انعامات بلکہ درس کے واسطے بھی یہ کتابیں منظور ہو گئیں۔ اس قدرشناسی اور ہمت افزائی نے قدرتاً نئے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کردی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا اور سنہ ۱۹۲۱ء میں تیسرے سٹ کے ساتھ ساتھ پہلے دو سٹوں کے دوسرے اڈیشن بھی نکل آئے۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں یہ تینوں سٹ چلتے رہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں چوتھا سٹ بھی نکل آیا۔ اِس طرح پانچ سال کے اندر اندر

سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہو گئیں جن میں کم و بیش دو سو قدیم و جدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل تھا۔

الحمدللہ ان کتابوں نے اُمید اور توقع سے بڑھکر شہرت و مقبولیت حاصل کی قدیم و جدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے یکساں دل سے قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیش نظر رکھنے لگے۔ پڑھی لکھی بہو بیٹیوں نے تو ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت و جلوت کے لئے اچّھا مشغلہ پا لیا۔ آپس کے تحفے تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلچسپی اور خوش وقتی کا سامان بن گئیں۔ غرض کہ صدہا اُردو پرست گھروں نے اِس سلسلہ کے معتقد بلکہ مُرید ہو گئے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہی۔ اس سے ظاہر ہی کہ اُردو میں ایسے انتخاب کی عام و خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اِس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی کم نظر آتی ہی۔ ترتیب اور تقابل ہی یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظموں کو اِس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہو سکے اور تقابل سے ہر ایک کے خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مدارج کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی نظم کس نظم پر فایق ہی۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیریٹو اسٹڈی

کہتے ہیں وہ بھی کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی ذہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید برآں
اس قسم کی ترتیب سے اُردو شاعری کی وسعت اور رفعت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ
کن کن مضامین کی فضا میں اُردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھا چکے ہیں
چنانچہ اس سلسلہ کو دیکھ کر بہت سے منکر اور غافل اُردو شاعری کے قائل بلکہ
معتقد ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ ابھی بہت کچھ بیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔
ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے
یہ کہ انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں
کے ساتھ مشہور نظموں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور
مکمل معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزرنا بھی مشکل تھا اس سے
بڑھکر جدت یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یکجا ترتیب دے دے کر ان سے
نہایت نادر اور لطیف مضامین پیدا کیے گئے ہیں۔ جو مستقل نظموں میں نایاب
ہیں۔ میر تقی میرؔ۔ مرزا غالبؔ اور اکبرؔ الہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر
اس طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ
میں شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے
ثابت ہوتا ہے کہ بیخودی میں شاعر کے منہ سے حقایق کے پھول جھڑتے رہتے

ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کرکے بہترین خوشنما اور خوشبودار گلدستے بنالے۔ نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو بھی گئیں تو اکثر کے عنوان ندارد۔ پھر ان پر ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگائے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک اُردو شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اس خطہ کے سرسری رہ رووں کو اکثر ایک خودرو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر آتے تھے۔

کُل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا۔ بتدریج فراہم ہو ہو کر ترتیب پاتا گیا۔ شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چارٹ مرتّب کرکے بارہ جلدیں شائع ہوئیں۔ گرچہ سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی کی کافی گنجائش باقی رہ گئی۔ مضامین کی مجانست ترتیب کی رُوح رواں ہے۔ وافر مواد مُہیّا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل مجانست مضامین کہیں زیادہ چُست اور وسیع ہوگئی ہے حتیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور جُداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اور نظمیں بھی شامل ہوگئی ہیں گویا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں

تشریح ترتیب جدید

از سر نو شائع کی جاتی ہیں اور آیندہ یہ ان کی مستقل شکل ہوگی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلا سٹ

معارفِ ملّت

جلد اوّل۔ متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جن میں دین و ایمان کی خوشبو مہکتی ہے۔ صاحب دلوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔

جلد دوم۔ متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور روح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے اور جگر دوز نشتر لذّت شہادت تازہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہے۔

جلد سوم۔ متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق درد مند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہے۔ اس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابل دید ہیں۔ قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق اخلاقیات یعنی اُردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابل قدر تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دُوسرا سٹ

جذباتِ فطرت

جلد اوّل۔ اُردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میرؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے کلام کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میرؔ کے متفرق اشعار کو ترتیب دے کر جو نازک مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں یہ کتاب بھی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم۔ اُردو کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا غالبؔ اور اُس کے خاص ہم عصر یا خاص ہم رنگ شعرا ذوقؔ، ظفرؔ اور حسرتؔ موہانی کے کلام کا انتخاب غزلیات کے علاوہ مرزا غالبؔ کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو گوناگوں لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ قابل دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم۔ تقریباً تین قدیم، مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعرا کے کلام کا دلکش انتخاب۔ شاعری کے جدید دور کا اِس سے خوب اندازہ ہوسکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظرِ قدرت

جلد اوّل۔ متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی، موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دلکش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ اُن کو دیکھکر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔ نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، کھیت، باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے ان سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے

اُن کی سیر کر رہی ہیں۔

جلد سوم۔ متعلق نباتات و حیوانات۔ یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگے، تتلیاں، چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ۔ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اُردو شاعروں نے اشیاءِ قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے اور مشاہدات میں کہاں تک جان ڈالی ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق عمرانیات۔ یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید تیوہار، غمی شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں، جلسے، کھیل تماشے، وضع لباس، صورت شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم۔ سب طرح کے حالات پیشِ نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظرِ قدرت کی چاروں جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی یہ بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آیندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا رہا تو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلہ کے تتمہ کے طور پر شائع ہوتی رہیگی۔ اور ہر جلد میں معارفِ ملت، مناظرِ قدرت اور جذباتِ فطرت۔ تینوں حصوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے۔ ہر حصہ کی جداگانہ جلد مُرتب ہونے کا

انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہ سکا تو اُمید ہی کہ اُردو کا بیشتر قابل قدر کلام یکجا محفوظ ہو جائے گا۔ اور شایقین کو بلا دقت دستیاب ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصہ سے بعض محترم بزرگوں اور مخلص احباب کی فرمایش جاری ہی بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی ہی۔ مہلت اور موقع شرط ہی۔ ممکن ہی کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب بھی کبھی شایع ہو کر شرف مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلّا بِاللّٰہ ؕ

جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن
دسمبر ۱۹۲۳ء

محمد الیاس برنی

تمہید

اُردو شاعری کی بھی عجب اُفتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی اِدبار کی بجلیاں گر رہی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابل دید تھی۔ خود فرماں روائے وقت دُنیا و ما فیہا سے بے خبر شاعری کی دُھن میں مست تھے شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مدّاحوں کی واہ وا نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ رنگ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قدرتاً اسی رنگ میں

رنگ گیا چنانچہ اس میں حسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مُردنی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے۔ پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرایش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حسن چھپا رہا۔ مبالغوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیے۔ اگر کہیں اس رنگ میں جرأت، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جلوہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی۔ فحش اور مبتذل کلام سے تو بحث نہیں۔ ان واسوختوں نے نہ معلوم کتنے نونہال جھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو لیجئے۔ اس میں ہزار لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کمیاب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردش ایّام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں

جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایۂ حیات اور سرمایۂ مباہات ہیں جن کے بیان کی صفائی وحقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور روح کو تڑپاتا ہی۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تراتا ہے، ہنستوں کو رُولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہی۔ شاعری نے اس میں بلا کا اثر بھر دیا ہی کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہی اور نفسیات کے دربار سے اسی کو بقائے دوام کا فرمان ملا ہی۔

اشاعت ادب ترقی زبان اور اصلاح تمدّن کی ایک عمدہ سبیل یہ ہی کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مرتب کرکے ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہی۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب سے مطالعہ کا شوق بڑھتا ہی ذوق سلیم پیدا ہوتا ہی اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہی۔

کچھ انتخابات آج کل نصاب تعلیم میں داخل ہیں بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظار رہا جو ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ ہے حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجیے اوّل تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اردو شاعری نے قومی تنزل اور تباہی کے دور میں ہوش سنبھالا قدرتاً کلام بارد اور یاس انگیز ہے دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، فتادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر نا ممکن ہے کہ اسے سن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو

شاعری کی یہ برودت ہماری جیسی مضمحل اور تساہل پسند قوم کے حق میں بہت خطرناک ہے۔ کہیں خدانخواستہ جد و جہد کے رہے سہے ولولے اور ترقی کی امنگیں پھر سرد نہ پڑجائیں۔ اس وقت تو کچھ ایسے حار نسخہ کی ضرورت ہے جس سے دلوں کی افسردگی نکلے اولوالعزمی ابھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔ اس طرح گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال پیدا ہوجائے گا۔ علیٰ ہذا۔ قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہے لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں اب جاکر نقاشی شروع کی ہے اور ابھی وہ زمانہ دور ہے جب کہ نیچر کی تصاویر منہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اردو شاعری میں گوناگوں اصلاح و ترقی کی ضرورت و گنجایش ہے اور بحالت موجودہ غالباً انگریزی شاعری اس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہے۔

اسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخبات نظم اردو کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ مجانست مضامین کے لحاظ سے اس کے تین جداگانہ حصے قرار پائے ہیں۔

تمہید

(۱) معارفِ ملت - حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ

(۲) جذباتِ فطرت - سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدرت - اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دلکش تصاویر کا مرقع - ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلّہ ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نومشق اور غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ و بُو سے کوئی نظم خالی نہیں بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابل قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے صاف سُتھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں سچ پُوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔ خُدا جانے انھیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کیسی انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں علاوہ بریں ارتقاء شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہوں گی پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ

نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہو کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے باایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لئے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہی۔ اگر انار کے کچھ دانے کچے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی ولطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریقہ خود مجموعوں سے ظاہر ہی۔ اصل مضمون پیش نظر رکھکر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھانٹنا حسبِ ضرورت ان کو از سرِ نو ملانا یا جُدا جُدا نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون وار اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلۂ منتخبات کا ڈول پڑا۔ آیندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصّہ کی متعدد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ اُمید ہی کہ اس طرح پر اُردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہوجائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح وجلا ہوتی

تمہید

ہیں ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالےٰ ان کو
جزائے خیر دے۔ آمین۔

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اور اس کی
طباعت وغیرہ کا حسب دلخواہ اہتمام کیا مؤلف ان کا بھی بدل ممنون احسان ہے
ملک کو اردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ
پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد
ثابت کر دے گا۔ اَلسَّعیُ مِنِّی وَالاِتمامُ مِنَ اللہ ؕ

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)
جولائی ۱۹۲۲ء

محمد الیاس برنی

جلد چہارم

فہرستِ مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں مضامین منتخبہ درج ہیں۔

صفحہ

(۱) مروجہ شاعری ۔ ۔ ۔ اسمٰعیل ۔ ۔ ۔ ۔ ۱
(۲) نیچر کا شاعر ۔ ۔ ۔ کیفی ۔ ۔ ۔ ۔ ۲
(۳) شاعر کا دل ۔ ۔ ۔ صادق ۔ ۔ ۔ ۳
(۴) شب و شاعر ۔ ۔ ۔ اقبال ۔ ۔ ۔ ۔ ۴
(۵) اعزازِ شاعری ۔ ۔ حفیظ ۵

فہرست مضامین جلد ۔

(۶) حالی اور ان کی شاعری - - حالی - - - - ۱
(۷) سراپائے عشق - - - محسن کاکوروی - - - ۹
(۸) کارنامہ عشق - - - - - حالی - - - - - ۱۰
(۹) ولولۂ عشق - - - - - - اکبر - - - - - ۱۱
(۱۰) جوش جنوں - - - - - ناظر - - - - - ۱۱
(۱۱) وحشت - - - - - - محسن کاکوروی - - - ۱۲
(۱۲) دلِ بیقرار کیا ہے - - - عزیز لکھنوی - - - - ۱۳
(۱۳) دل سے دو دو باتیں - - - محروم - - - - - ۱۴
(۱۴) دلِ بیقرار سو جا - - - - محروم - - - - - ۱۶
(۱۵) دلِ بیقرار سو جا - - - - سرور جہان آبادی - - ۱۶
(۱۶) آفتِ دل - - - - - ہادی - - - - - ۱۶
(۱۷) دل کی بیکلی - - - - - اصیر - - - - - ۱۸
(۱۸) ضبطِ عشق - - - - - محشر - - - - - ۱۸
(۱۹) یادِ یار - - - - سحر - - - - ۱۹
(۲۰) دردِ فراق - - - - توفیق - - - - ۲۰

فہرست مضامین جلد ۴ — صفحہ

(۲۱) فرقت کی رات ۔ ۔ ۔ ۔ خان احمد حسین خاں ۔ ۲۱
(۲۲) رات کے بیچین گھنٹے ۔ ۔ ۔ نادر کاکوروی ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۲
(۲۳) شب غم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۷
(۲۴) نامرادی ۔ ۔ ۔ ۔ نیاز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۵
(۲۵) ابتدائے الفت ۔ ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۹
(۲۶) اختلاط ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۰
(۲۷) یاد ایام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسمٰعیل ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۰
(۲۸) شکوۂ ناز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۱
(۲۹) باتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عالی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲
(۳۰) پھول اور پیام ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲
(۳۱) مقصود الفت ۔ ۔ ۔ ۔ نیرنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۴
(۳۲) نشاط امید ۔ ۔ ۔ ۔ حالی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۵
(۳۳) امید کا سہارا ۔ ۔ ۔ ۔ حالی ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۹
(۳۴) زمزمۂ نشاط ۔ ۔ ۔ ۔ اعجاز حسین ۔ ۔ ۔ ۴۰
(۳۵) راحت یاس ۔ ۔ ۔ ۔ نیرنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۲

فہرست مضامین جلد ۴

صفحہ

(۳۶) جوگ - - - - - - - - ناظر - - - - - - ۴۴
(۳۷) دنیا کی محبت - - - - - حالی - - - - - - ۴۹
(۳۸) بے ثباتیِ دنیا - - - - - - حالی - - - - - - ۵۰
(۳۹) بے ثباتیِ دنیا - - - - - بے نظیر - - - - - ۵۲
(۴۰) یادِ ویرانہ - - - - - - سرور جہان آبادی - - - - ۵۳
(۴۱) محفلِ برہم - - - - - - امیر - - - - - - ۵۷
(۴۲) عبرت - - - - - - - اکبر - - - - - - ۵۸
(۴۳) موت - - - - - - - محروم - - - - - ۵۸
(۴۴) آنی جانی - - - - - - طالب بنارسی - - - - ۶۱
(۴۵) مثالِ زندگی - - - - - شاد بجوارٹیہ - - - - ۶۲
(۴۶) موت کی گھڑی - - - - شاکر میرٹھی - - - - ۶۴
(۴۷) نزع - - - - - - - اکبر - - - - - ۶۶
(۴۸) دمِ واپسیں - - - - - انجم - - - - - - ۶۶
(۴۹) پیامِ مرگ - - - - - - اعجاز - - - - - ۶۸
(۵۰) مرثیۂ فرزند - - - - - ریاض - - - - - ۶۹

فہرست مضامین جلد ۴ صفحہ

(۵۱) جنازۂ پسر - - - - - نظر - - - - - - - ۶۰
(۵۲) انجامِ غم - - - - - - اکبر - - - - - - ۶۱
(۵۳) کسی لڑکے کا مدرسہ میں انتظار - - محروم - - - - ۶۲
(۵۴) کلیجے کا داغ - - - - - سرور جہان آبادی - - - ۶۵
(۵۵) آغاز و انجام - - - - سید علی سجاد - - - - ۶۸
(۵۶) خوابِ راحت - - - - - اعجاز - - - - - ۸۱
(۵۷) صبر - - - - - - چکبست - - - - - ۸۱
(۵۸) ماں کو نزع میں بچی کا دھیان - - محروم - - - - ۸۲
(۵۹) معصوم بچی ماں کی میت پر - - محروم - - - - - ۸۳
(۶۰) بن ماں کی بچی - - - - - محمدی بیگم - - - - ۸۵
(۶۱) یسیر کا پیام ماں کے نام - - اکبر میرٹھی - - - - ۸۹
(۶۲) یتیم اور گورِ پدر - - - - عزیز لکھنوی - - - - ۹۱
(۶۳) مرحومہ کی یاد - - - - نادر کاکوروی - - - - ۹۶
(۶۴) سوزِ دل - - - - - - محروم - - - - - ۹۷
(۶۵) تسکینِ قلب - - - - سیّد علی سجاد - - - - ۹۹

فہرست مضامین جلد ۲

(۴۶) نوحۂ برادر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شبلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۱
(۴۷) نوحۂ وفات نادر شاعر ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۳
(۴۸) نوحۂ دوست ۔ ۔ ۔ ۔ نیرنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۴
(۴۹) دردِ دل ۔ ۔ ۔ ۔ عزیزہ خاتون ۔ ۔ ۱۰۵
(۵۰) گریہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۱۰۵
(۵۱) بچہ کی قبر ۔ ۔ ۔ عزیز لکھنوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۶
(۵۲) مزارِ دوست ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۸
(۵۳) مزار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امجد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۹
(۵۴) ملکۂ نورجہاں کا مزار ۔ ۔ دل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۰
(۵۵) ملکۂ نورجہاں کا مزار ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۳
(۵۶) مقبرۂ نورجہاں ۔ ۔ ۔ حسرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۵
(۵۷) گورِ غریباں ۔ ۔ ۔ ۔ اوج ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۶
(۵۸) گورِ غریباں ۔ ۔ ۔ ۔ نظم طباطبائی ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲۰
(۵۹) قبرستان ۔ ۔ ۔ ۔ عزیز لکھنوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲۳
(۶۰) شہرِ خموشاں ۔ ۔ ۔ نثار احمد ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲۴

فہرست مضامین جلد ۲

(۸۱) پیامِ شہادت - - - - نجم کیرانی - - - ۱۲۶
(۸۲) میدانِ جنگ - - - - - اسمٰعیل - - - ۱۲۷
(۸۳) فنا - - - - - عزیز الرحمٰن نگرامی - - ۱۲۸
(۸۴) فنا - - - - - - ذہن - - - - ۱۳۰
(۸۵) فسانۂ دل - - - - - امین - - - - ۱۳۱
(۸۶) دیوانۂ فرزانہ - - - - عالی - - - - ۱۳۱
(۸۷) ماں کی آس مراد - - - اشرف - - - ۱۳۲
(۸۸) روزِ عید - - - - - انجم - - - ۱۳۳
(۸۹) ایک یتیم کی عید - - - محمدی بیگم - - - ۱۳۴
(۹۰) طالب علم کی امید - - - آزاد ۱۳۶
(۹۱) غریب طالب علم - - - - مرزا ہادی رسوا - - ۱۳۷
(۹۲) اندھی پھول والی کا گیت - - احسن لکھنوی - - - ۱۳۸
(۹۳) پپیہے - - - - - روزن - - - - ۱۴۰
(۹۴) پی - - - - - انجان - - - - [illegible]
(۹۵) بلبل - - - - - نسیم - - - - [illegible]

فہرست مضامین جلد ۴

(۹۶) وداعِ بلبل - - - - - علی گوہر - - - - ۱۴۲
(۹۷) بلبل اسیر - - - - - مرزا ہادی رسوا - - ۱۴۳
(۹۸) بلبل کی فریاد - - - - - محروم - - - - - ۱۴۵
(۹۹) یک پرندے کی فریاد - - - اقبال - - - - - ۱۴۶
(۱۰۰) چڑیا کی زاری - - - - - محروم - - - - - ۱۴۸
(۱۰۱) ماتمِ بلبل - - - - - - خاتون - - - - - ۱۵۰
(۱۰۲) کلی کی بیکلی - - - - - شوق قدوائی - - - ۱۵۲
(۱۰۳) پھول کی فریاد - - - - شوق قدوائی - - - ۱۵۳
(۱۰۴) موسم سرما کا آخری گلاب - - - سرور جہان آبادی - - ۱۵۵
(۱۰۵) دورِ بہار - - - - - منظور - - - - - ۱۵۶
(۱۰۶) ختم بہار - - - - - اکبر - - - - ۱۵۸
(۱۰۷) سیلِ زمانہ - - - - - - ناشاد - - - - ۱۵۹
(۱۰۸) سحر و موسیقی - - - - شاکر - - - - ۱۶۰
(۱۰۹) بانسری - - - - - محروم - - - - ۱۶۲

جذباتِ فطرت

جلد چہارم

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۱	کہا پیچ	کہاں پیچ	۵۳	۴	ہہ وخور	مہ وخور
۱۰	۱۰	دبئے	دبیے	۵۵	۶	چلچلاتی ہوتی	چلچلاتی ہوئی
۱۴	۱۱	شوروگل	شور وغل	۵۹	۱۵	گھوئے گی	کھوئے گی
۱۵	۵	نہ ہوا	یہ ہوا	۶۱	۱۳	بڑے گی	بڑھے گی
۲۰	۱۱	اے پیہاے	سے پپیہے	۶۲	۱	رہے گو نہ	رہے گی نہ
۲۱	۷	ہوں آتا ہے	ہول آتا ہے	۷۹	۱۱	نکاتے ہیں	نکالتے ہیں
۲۲	۱۲	جو چاند تھا	تو چاند تھا	۸۸	۳	مانوں کی	مانوں گی
۲۴	۱	کوئی دوسرا	کوئی یاں دوسرا	۹۷	۳	تم ہیا روتے	تم ہیاں روتے
۲۴	۲	بیابانیاں	بیانیاں	۹۸	۹	آتی ہیں	دیتی ہیں
۳۴	۶	زاغ	راغ	۱۰۰	۷	جہاں تک	یہاں تک
۳۷	۹	توقع پر	توقع یہ	۱۰۶	۶	مرضی ہوکر	مرضی ہوگر
۳۹	۱۰	آخرد کھاؤ	آخر کہاتو	۱۰۸	۱۲	ہارہیں	بار ہیں
۴۶	۱۲	آنکھ بلاتے ہو	آنکھ ملاتے ہو	۱۱۳	۱	آرام گھو	آرام گہہ
۴۷	۱	جوش	طپش	۱۱۴	۱۲	داغ وہ برگ	داغ وہ برگ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۸	۹	قافلے	قافلے
۱۱۹	۱	ہو کا عالم ہے	ہو کا ہے عالم
۱۱۹	۲	پیہم کبھی آواز آتی ہے	آواز آتی ہے کبھی پیہم
۱۱۹	۱۲	بز	تبر
۱۱۹	۱۴	سر رکھ رہا ہے	سر کر رہا ہے
۱۲۰	۱۱	مشک اذخر	مشک اذفر
۱۲۹	۱۰	اسلام	والسلام
۱۳۴	۶	تھامے ہو نگی	تھامے ہونے لگی
۱۳۵	۱۴	کڑھ رہی	کڑھ رہی
۱۳۶	۴	ابا جان ہیں	ابا جان ہیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۳	۳	حسرت رہ گئی	یہ حسرت رہ گئی
۱۴۴	۴	تانے	تانیں
۱۴۴	۴	اڑ سکے	مل سکے
۱۴۶	۶	وانہ چیں	دانہ چیں
۱۴۷	۸	یاسمن	یاسمیں
۱۴۷	۱۰	مکان کو	مکان میں
۱۴۸	۱۱	زار زار رلائے	زار زار روئے
۱۴۸	۱۲	کیا گاڑا	کیا بگاڑا
۱۶۰	۱۱	سرور	سرود

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جذباتِ فطرت

جلد چہارم

۱۔ مروّجہ شاعری

سخنورانِ زماں کی بھی ہے یہی حالت | کہ اس قدیم ڈگر کو نہ چھوڑیئے زنہار
سوائے عشق نہیں سوجھتا انھیں مضمون | سو وہ بھی محض خیالی گھڑت کا اک طومار
تمام اگلے زمانہ کا ہے یہ پس خوردہ | کہ کر رہے ہیں جگالی وہ جس کو سو سو بار
نہ لکھتے ہیں کبھی نیرنگ حکمت و قدرت | نہ واقعات کے کھینچتے ہیں نقش و نگار

ہے شاعری میں یہ پہلا اصول موضوعہ
کہ جھوٹ موٹ کے بن جائیں ایک عاشقِ زار

صفت ہے دوست کی جلاد و ظالم و غدار
ستم شعار۔ دل آزار بے وفا مکار

ہے دلبروں کی بھی شامت نہ منہ ہے اور نہ کمر
بجائے زلف کے دو اژدہوں کی ہے پھنکار

یہ آپ کے گلِ عارض وہی ہیں باسی پھول
پڑی ہے نزع کی حالت میں نرگسِ بیمار

جو ٹون ہال کی محراب ہے خمِ ابرو
تو ہے مژہ بھی پولس کے سپاہیوں کی قطار

زنخ کنواں ہے کہ جس میں ڈبو چکے لٹیا
بھنور ہے ناف کہ جس سے نہ ہوگا بیڑا پار

شبِ فراق کا دکھڑا اگر کریں تحریر
تو ایشیا کو ڈبو دیوے دیدۂ خونبار

جو ناصحوں سے ہے کھٹ پٹ تو زاہدوں سے چخ
جو ساقیوں سے لگاوٹ تو مغبچوں سے پیار

غریب شیخ پہ ہر دم دولتیاں جھاڑیں
کریں مساجد و کعبہ سے دُم دبا کے فرار

کہاں ہے ان کا ٹھکانا کدھر ہے ان کا مقام
وہی ہے بیتِ صنم اور خانۂ خمار

بگھارتے ہیں تصوف تو کون دیگا داد
کہاں ہیں سعدی و حافظ۔ سنائی و عطار

کریں گے اس قدر ایمان و دین کی تفضیح
کہ گویا ہیں کوئی ہفتاد دشت کے کفار

اگرچہ ہاتھ میں تسبیح لب پہ ہو توبہ
بنیں گے شعر میں ہاں مے پرست و بادہ گسار

جمالِ یوسف و اعجاز عیسیٰ و موسیٰ
ہیں ان کی گندہ دہانی کے سامنے سب خوار

نہ کچھ خدا کا لحاظ اور نہ انبیا کا ادب
یہ ان کی نور بھری شاعری خدا کی مار

اسمٰعیل

۲ - نیچر کا شاعر

جلد ۴

بعض نیچر کے مرقعوں کے تماشائی ہیں
بزم قدرت کے ہر اک سین کے شیدائی ہیں

دن نکلتا ہی تو سورج پہ فدا ہوتے ہیں
رات کو چاندنی سج دھج پہ فدا ہوتے ہیں

توڑ کر عرش سے مضمون کے تارے لائیں
چاندنی رات کے نظموں میں نظارے لائیں

ہو گئے مست جو گھنگھور گھٹائیں دیکھیں
پردہ ابر میں بجلی کی ادائیں دیکھیں

مینہ کی بوندوں کو سمجھتے ہیں کہ موتی برسے
باغ کی سیر کو جاتے ہیں نکل کر گھر سے

دیکھتے ہیں کبھی انداز صبا کا نقشہ
کھینچتے ہیں کبھی پھولوں کی قبا کا نقشہ

برف کے سین پہاڑوں میں دکھاتے ہیں کبھی
آب مضمون کی گنگا میں نہاتے ہیں کبھی

آفریں آفریں اللہ رے قدرت کی بہار
نیچرل شعر ہوئے صنعت صانع کے نثار

کیفی

۳ - شاعر کا دل

شاعر کے دل کو چاہیے مخزن سدا رہے
کوئی نہ کوئی اس پہ غضب ٹوٹتا رہے

یہ دل نہیں ہے عیش و تنعم کے واسطے
بیجا نہیں گر اس پہ قیامت بپا رہے
اک رمز ہے کہ ہوں بہم افلاس و شاعری
ممکن نہیں کہ گوشت سے ناخن جدا رہے
دولت بڑھی تو شاعری روپوش ہوگئی
پاس اس اصول کا شعرا کو ذرا رہے
شاعر نہیں وراثتِ قاروں کے واسطے
یہ تیرا ملک تجھکو مبارک شہا رہے
اس دل کو چاہیے کہ نہ دولت پرست ہو
یہ کعبۂ خلیلؑ ہے اس میں خدا رہے

صادق

۴۔ شب و شاعر

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تو پریشاں
خاموش صورتِ گُل مانندِ بو پریشاں
تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تو
مچھلی ہے کوئی میری دریائے نور کی تو
یا تو مری جبیں کا تارا گرا ہوا ہے
رفعت کو چھوڑ کر جو بستی میں جا بسا ہے
خاموش ہو گئے ہیں تارِ رباب ہستی
ہے میرے آئینہ میں تصویرِ خواب ہستی
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو رہی ہے
ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے
بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے
یوں سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہیں ہے

جلد ۴

شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکوں سے
آزاد رہ گیا تو کیوں کر مرے فسوں سے

میں تری چاندنی کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں — چھپ کے انسانوں سے مانندِ سحر روتا ہوں
دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں — عزلتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں
مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے سناؤں کس کو — تپشِ شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو
برقِ ایمن مرے سینے میں پڑی سوتی ہے — دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے
صفتِ شمعِ لحد مردہ ہے محفل میری — آہ اے رات بڑی دور ہے منزل تیری
عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو — ابھی نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

اقبال

۵- اعزازِ شاعری

شاعر کا اوج بلبل سدرہ سے کم نہ تھا — رکھتی تھی جن دنوں پرِ پرواز شاعری
خدمت گزارِ شاعرِ خوش گو تھا ہر امیر — تھی ہر وزیر و شاہ کی دمساز شاعری

جدید

گرویدہ اک جہان تھا اس کے جمال کا
کرتی تھی اپنے حسن پہ خود ناز شاعری

ہوتی تھی ہر رئیس کی مجلس میں اس کی قدر
رہتی تھی بزم و رزم میں ممتاز شاعری

بھرتے تھے موتیوں سے سب اہل سخن کے منہ
کرتی تھی شاعروں کو سرافراز شاعری

شاعری کی قدر فخر دو عالم نے کی حفیظ
رکھتی ہے یہ سند پہ اعزاز شاعری

حفیظ

۶- حالی کی شاعری

میں بھی ہوں حسن طبع پر مغرور
مجھ سے اٹھیں گے ان کے ناز ضرور

خاک ہوں اور عرش پر ہے دماغ
مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور

خاکساری پہ میری کوئی نہ جائے
میرے دل میں بھرا ہوا ہے غرور

گو اہل عصر میں مجھ کو
میں بہت کھینچتا ہوں آپ کو دور

چشمۂ آب خضر کی مانند
چشم اہل جہاں سے ہوں مستور

دل سے داد اپنی لے چکا ہوں بہت
مجھ کو پروا نہیں کہ ہوں مشہور

بت پہ نقشہ نہ چاہئے جو ہر ذات
جس کو بکنا ہو مفت یہاں منظور

جیسے شہباز ہو قفس میں اسیر ۔ ہوں زمانہ کے ہاتھ سے مجبور
جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہوں میں ۔ اس سے شکوہ نہیں کہ ہے معذور
لذّتِ مے سے جو نہ ہو آگاہ ۔ اس کو کیا قدرِ خوشۂ انگور
جس کے آنکھیں نہوں وہ کیا جانے ۔ روز روشن ہی یا شب دیجور
پہلے ہوگی کسی کو قدرِ ہنر ۔ اُٹھ گیا اب جہاں سے یہ دستور
دردِ دل کا بیاں کروں کس سے ۔ بات کوئی نہیں مجھے منظور
سخنِ حق کی داد لوں کس سے ۔ سُن چکا ہوں فسانۂ منصور
ہم نے دیکھی تمیزِ اہلِ نظر ۔ ہم نے دیکھا مذاقِ اہلِ شعور
ہے غرض ان کو صوتِ موزوں سے ۔ نالۂ دل ہو یا نوائے طیور
ہے فقط روشنی سے ان کو کام ۔ موم ہو اصلِ شمع یا کافور
آپ اپنے سخن سے ہوں محظوظ ۔ دلِ اصحاب گو نہ ہو مسرور
ہوں تماشائے شہرِ نابینا ۔ ہے برابر مرا خفا و ظہور
دُرِ یکتا ہوں اور ہوں بے آب ۔ ماہ کامل ہوں اور ہوں بے نور
چشمہ پیدا و کارواں تشنہ ۔ بادہ پُر زور و انجمن مخمور
اس زمانہ میں وہ غریب ہوں میں ۔ جو وطن سے ہو لاکھ منزل دور

جلد۴

کاش اس عہد میں مجھے پاتے تھا سخن جب کہ قبلۂ جمہور
کون سمجھے مجھے کہ ہوں کیا چیز انوری ہے نہ عرضی و شاپور
کون دیکھے مرے چمن کی بہار مر گیا عندلیب نیشاپور
جس سے ہوتا ہے خستہ سینۂ ہوش ہے زباں میری وہ دمِ ساطور
جس سے ہوتا ہے کور پروانہ ہے مری شمع میں وہ لمعۂ نور
یوں ملائک سے داد حسن کلام گر لکھوں نعت سرورِ جمہور
کرنے جاؤں جو حق سے عذر گناہ
لے کے آؤں نوید عفو قصور

حالی

۷۔ سراپائے عشق

ذرا عشق ادھر دیکھے بھالے ہوئے قدم او ستمگر سنبھالے ہوئے
نہ چلنا کہیں وہ قیامت کی چال کہ لاشے شہیدوں کے ہوں پائمال
جو تو رہنما ہے تو رہزن ہے کون تجھے دوست سمجھیں تو دشمن ہے کون
نظر بند تیرے ستائے رہیں مگر آنکھیں چتون چرائے رہیں

جلد ۴

کیا تیرے زنداں نے یوسف کو بند
ہوئے تیرے مقتل کو عیسیٰ پسند

نمک تیر ا زخموں میں ایوب کے
کھٹک تیری دیدوں میں یعقوب کے

نہ شیخ و برہمن کے بچھڑے قدم
کشاکش ہیں میں تجھسے دیر و حرم

جہانگیر ہے نکہتِ دل رُبا
ہے کس فتنہ میں عطر ڈوبا ہوا

چمن کو ہوا تیری ایسی لگی
رگِ گُل سے بُلبل کو پھانسی لگی

برہمن کو بُت بن کے دھوکا دیا
بتوں کو خدا کہکے بندا کیا

پڑا اس پہ جس پر نظر ہو گیا
پری بن کے تو اک بلا ہو گیا

تپش مہر محشر کی بڑھتی ہوئی
ترے حُسن کی دھوپ چڑھتی ہوئی

نہ گیسو کا مثل اور نہ رخ کا بدل
وہ شام ابد ہے یہ صبحِ ازل

ترے موئے مشکیں بلا در بلا
ہر اک طرہ ہنگامۂ کربلا

کہاں دل کہاں پیچ تقدیر کے
یہ لٹکے ہیں زلفِ گرہ گیر کے

وہ چمکے شہیدانِ ابرو کے داغ
کہ گُل ہو گئے مسجدوں کے چراغ

کوئی چشم کافر ہے اس آن کی
قسم کفر کھائے تو ایمان کی

ستم تیر مژگاں کا اُٹھتا نہیں
کسی دل کا اتنا کلیجہ نہیں

اکبر وارثی

۸- کارنامۂ عشق

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اُس کو بٹھا کے چھوڑا

ابرار تجھ سے ترساں، احرار تجھ سے لرزاں
جو زد پہ تیری آیا اُس کو گرا کے چھوڑا

راجوں کے راج چھینے شاہوں کے تاج چھینے
گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا

کیا منعموں کی دولت، کیا زاہدوں کا تقویٰ
جو گنج تو نے تاکا اُس کو لٹا کے چھوڑا

جس رہ گزر میں بیٹھا تو غولِ راہ بن کر
صنعاں سی راست رو کو رستہ بھلا کے چھوڑا

فرہادِ کوہ کن کی لی تو نے جانِ شیریں
اور قیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا

یعقوبؑ سے بشر کو دی تو نے ناصبوری
یوسفؑ سے پارسا پر بہتاں لگا کے چھوڑا

لاگ اور لگاؤ دونوں ہیں دل گداز تیرے
پتھر کے دل تھے جن کے ان کو رلا کے چھوڑا

عقل و خرد نے تجھ سے کچھ چپقلش جہاں کی
عقل و خرد کا تو نے خاکا اڑا کے چھوڑا

علم و ادب رہے ہیں دبکے ترے ہمیشہ
ہر معرکہ میں تو نے ان کو دبا کے چھوڑا

افسانہ تیرا رنگیں روداد تیری دلکش
شعر و سخن کو تو نے جادو بنا کے چھوڑا

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا
اس کے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

حالی

جلد۴

۹۔ ولولۂ عشق

آج آرائشِ گیسوئے دوتا ہوتی ہے ‖ پھر مری جان گرفتارِ بلا ہوتی ہے
چھوڑ کسی کام کا باقی نہیں رہتا انساں ‖ سچ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے
مرغِ بسمل کی طرح لوٹ گیا دل میرا ‖ نگہِ ناز کی تاثیر بھی کیا ہوتی ہے
خود سمجھتا ہوں کہ رونے سے بھلا کیا حاصل ‖ پر کروں کیا یوں ہی تسکین ذرا ہوتی ہے

نالہ کرلینے دیں للہ نہ چھیڑیں احباب
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے

اکبر

۱۰۔ جوشِ جنوں

ان دنوں جوشِ جنوں ہے ترے دیوانے کو ‖ لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو
منع کرتا ہے مجھے یار کے گھر جانے کو ‖ ناصحا آگ لگے اس ترے سمجھانے کو
شہر میں اپنے یہ لیلیٰ نے منادی کردی ‖ کوئی پتھر سے نہ مارے مرے دیوانے کو
خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو ‖ یہ غذا ملتی ہے جانا ترے دیوانے کو

جلد۴

کچھ بھی ہے عاشقِ بیدل کی تجھے اپنے خبر
آتا ہے پیک اجل اب اسے لیجانے کو

ناظر

۱۱۔ وحشت

ہیں یہ کیا رنگ تمہارے محسن
سست کیوں ہو مرے پیارے محسن

نہ وہ صورت نہ وہ سیرت تیری
یار کیا ہو گئی حالت تیری

حیف حالت تری دکھیائی ہوئی
ہائے صورت تری مرجھائی ہوئی

لب پہ آئے ہوئے نالے پیہم
ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ہر دم

چہرہ ڈوبا ہوا حیرانی میں
عرق آیا ہوا پیشانی میں

زردی چھائی ہوئی رخساروں پر
سرسوں پھولی ہوئی انگاروں پر

حسرتیں دل کی عیاں سینے سے
جی پریشاں ترا جینے سے

باتیں کرتے ہو تو رک جاتے ہو
آپ ہی چھیڑ کے شرماتے ہو

کبھی ملتے ہو تو بیگانے سے
کبھی ہنستے ہو تو دیوانے سے

جم کے بیٹھو تو اٹھانے کے نہیں
روٹھ جاؤ تو منانے کے نہیں

جلد۴

کیوں چلے آتے ہیں چُپ چُپ آنسو
کس لئے گرتے ہیں ٹپ ٹپ آنسو

خون میں ڈوبی نگاہیں کیسی
ہیں مری جان یہ آہیں کیسی

ہوش میں آؤ سمجھ والے ہو
تم تو بے مے پئے متوالے ہو

سَو کہیں ایک نہ مانی آخر
مٹ گئی تیری جوانی آخر

تھام لے دل تجھے دلبر کی قسم
سر اُٹھا تجھکو مرے سر کی قسم

دوستانہ تجھے سمجھاتے ہیں
نہیں سنتا ہے تو ہم جاتے ہیں

محسنؔ کاکوروی

۱۲- دلِ بیقرار کیا ہے

مرے جاں نثار کیا ہے مرے غمگسار کیا ہے
تجھے کیوں ہے اتنی اُلجھن دلِ بیقرار کیا ہے

کوئی پھانس کیا چُبھی ہے کوئی چوٹ کیا لگی ہے
کوئی گریہ کا سبب بھی، دل اشکبار کیا ہے

نہ یہ کاوشیں ہیں اپنی، نہ یہ شورشیں ہیں اپنی
تری جوشِ غم کے آگے، غمِ روزگار کیا ہے

تجھے کیوں ہے اس کی خواہش کہ وہ آئینے کے گھر میں
یہ بتا کسی کے دل پر ترا اختیار کیا ہے

عزیزؔ لکھنوی

دل سے دو دو باتیں

دلِ غم نصیب محزوں — تو نحیف و زار کیوں ہے
یہی تجھ سے پوچھتا ہوں — کہ تو بے قرار کیوں ہے
تجھے اضطرار کیوں ہے

ہے عجیب تیری دھڑکن — ہے تڑپ تری نرالی
تو ہے دل مرا کہ دشمن — مری جان زار کھا لی
نہ ہوا تو غم سے خالی

ترے غم کو میں بھی جانوں — کہ وہ کس مآل کا ہے
وہ نتیجہ میں بھی دیکھوں — جو ترے خیال کا ہے
جو ترے ملال کا ہے

نہ شگفتہ فصلِ گل میں — نہ کسی چمن میں خنداں
نہ قرار شور و غل میں — نہ سکوت میں تو شاداں
تجھے کیا ہوا ہے ناداں

تجھے لے گیا چمن میں — کہ کسی طرح کھلے تو

جلد۴

گل و لالہ و سمن میں کرے شکوے اور گلے تو
اگر ان میں کچھ ملے تو

مگر آہ واں بھی دیکھا نہ تری خوشی کا ساماں
گل و سبزہ پر نہ ریجھا نہ نوائے عندلیباں
نہ ہوا ترانہ ریزاں

تجھے بزم عیش میں بھی تو بٹھا بٹھا کے دیکھا
تجھے جام۔ دست ساقی سے پلا پلا کے دیکھا
غرض آزما کے دیکھا

نہ ہوا قرار تجھ کو کوئی اور آرزو ہے
گل عیش خار تجھ کو تری خو میں اور بو ہے
کوئی اور جستجو ہے

تجھے لے چلوں وہاں میں ہیں جہاں چمکتے تارے
کہ تجھے بلا رہے ہیں وہ فلک کے ماہ پارے
ہیں عجیب پیارے پیارے

نہ تجھے ہے ان کی چاہت نہ ہے تیرہ خاک داں کی

نہ زمیں سے تجھ کو اُلفت نہ محبت آسماں کی
تو ہی آرزو کہاں کی

محروم

۱۴- دلِ بیقرار سو جا

نہیں وعدۂ بتاں کا کوئی اعتبار سو جا
نہ کر انتظار سو جا، دلِ بیقرار سو جا

وہ کریں گے برق و باراں کا بہانہ مجھ سے آ کر
نہ ہو بیقرار سو جا، نہ ہو اشکبار سو جا

جو سمجھ ہو تجھ میں ناداں تو یہ بات خوب سمجھے
کہ جہاں میں عہدِ خوباں نہیں استوار سو جا

تجھے چھینک آؤں گا میں اسی دیر صبح ہوتے
نہ تڑپ کہ رازِ اُلفت نہ ہو آشکار سو جا

پڑی محوِ خوابِ راحت ہے خدائی دیکھ ساری
مگر اک تجھی یہ ظالم ہے خدا کی مار سو جا

محروم

۱۵- دلِ بیقرار سو جا

کسی مست ناز کا ہو، عبث انتظار سو جا
کہ گزر گئی شب آدھی، دلِ بیقرار سو جا

جلد۴

ابھی دھان پان ہے تو، نہیں عاشقی کے قابل
یہ تپش کا آہ شیوہ نہ کر اختیار سو جا

نہ تڑپ زمیں پہ ظالم، تجھے گود میں اٹھا لوں
تجھے سینہ سے لگا لوں تجھے کر لوں پیار سو جا

یہ تری صدائے نالہ مجھے متّہم نہ کر دے
مرے پردہ دار سو جا مرے رازدار سو جا

یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا کے سرد جھونکے
تجھے دے رہے ہیں لوری مری غمگسار سو جا

تجھے پہلا سابقہ ہے، شبِ غم بُری بلا ہے
کہیں مر مٹے نہ ظالم، دلِ بے قرار سو جا

سرشار جہاں آبادی

۱۶- آفتِ دل

روز حالت ہے اک نئی دل کی
کیا بُری چیز ہے لگی دل کی

تیری محفل میں او ستم پرور
یاد ہے مجھکو بے بسی دل کی

عرضِ مطلب نہ ہو سکا مجھسے
بات دل ہی میں رہ گئی دل کی

نگہِ لطف دیکھ کر اس کی
اور حالت بگڑ گئی دل کی

سینہ ہی میں تڑپ تڑپ کے رہا
ہوئی ظاہر نہ بیکلی دل کی

ہے تلوّن کا اس کے اک پہلو
ہم کو معلوم ہے خوشی دل کی

جلد۲

ہوا اُلٹی بیان میں تاثیر　　پوچھتے ہیں وہ بیکلی دل کی
چین خلوت میں بھی ہوا نہ نصیب
ساتھ آفت لگی رہی دل کی

ہادی

۱۷- دل کی بیکلی

مرے بس میں یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا　　یہ نہ تھا تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی　　وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا
وہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب　　مرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا
دمِ رخصت ان کا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا
تمھیں میری قسموں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

امیر

۱۸- ضبطِ عشق

عشق کو ضبط کئے بیٹھے ہیں　　دل میں اک درد لئے بیٹھے ہیں

زرد چہرہ ہے نگاہیں یاس میں — ہونٹوں تک آتی ہیں آہیں [illegible]
ظاہر آنکھوں میں ہے آزار — لاکھوں پردوں سے نہیں چھپتی ہے یہ
اشک آنکھوں سے نہ گرنے والے — سینے ہی حلقہ میں [illegible]
جمع کو شوق تلاشِ خلوت — بات کرنے میں ہر اک سے نفرت
پہروں خاموش ہی بیٹھے رہنا — سنبھلے رہنا جو کبھی کچھ کہنا
پوچھنے والے نے پوچھا جو مزاج — کہہ دیا کل سے تو اچھے ہیں آج
ہوش اڑنے پہ بھی اتنا ہی خیال — کہ نہ سمجھے کوئی اب حالِ دل
خود کہیں عقل کہیں ذہن کہیں — یہ تو سب کچھ ہے تصور ہے وہیں

نہیں معلوم کہاں بیٹھے ہیں
آج بیٹھے ہیں جہاں بیٹھے ہیں

محشر

۱۹- یادِ یار

جب سے تجھ سے جدا ہوا ہوں میں — اک مصیبت میں مبتلا ہوں میں
یاد رہتی ہے ہر گھڑی تیری — صورت آنکھوں میں ہے ٹھہری تیری

تن یہاں ہے تو جان ہے تیرے پاس کہیے اب کیا ہے زندگی کی آس

یاد ہے تیری رات دن مجھکو جان دوبھر ہے تیرے بن مجھکو

کام کوئی کیا نہیں جاتا شغل کوئی بھی خوش نہیں آتا

دل کے بہلانے کو جو ہو مضطر جاؤں دریا و کوہ و صحرا پر

جی بہلتا نہیں وہاں بھی مرا ساتھ ہے دل کے اس جگہ بھی ترا

فکر کھانے کی ہے نہ پینے کا ہوش بھول دل سے گیا ہوں سب خور و نوش

کپڑے میلے ہیں گر تو فکر نہیں غسل کی یاد آئے۔ ذکر نہیں

بولنا کچھ کسی سے بار ہے اب بات کرنا ہی ناگوار ہے اب

گر کھڑا ہوں تو سخت حیرت ناک

اور جو بیٹھا تو جان غم سے ہلاک

سحر

۲۰- دردِ فراق

اے پپیہے بس خدا کے واسطے چپ ہو ذرا رات آدھی آ گئی ظالم تجھے کیا ہو گیا

تیری پی پی کہنے سے وہ بیوفا یاد آئے ہے

جارہی کو اُن یا وری مت کر کچھ آساں نہیں — ٹیس اُٹھتی ہے جگر میں ہائے تیرے شور سے

جلد ۲

تو جدا ہو کے یہاں ہے اور وہ جدا ہو کے یہاں ہے

کیوں یہ آہِ سرد ہے کس واسطے رخ زرد ہے — اشک کیوں آنکھوں میں ہیں دل کیوں یہ درد سے بھرا ہے

آج اے توفیق کیوں اس طرح جی گھبرائے ہے

توفیق

۲۱۔ فرقت کی رات

یہ شبِ فرقت بھی کیسی رات ہے — ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہے

کس قدر تاریک ہے اندھیر ہے — رات ہے یا پردۂ ظلمات ہے

ہول آتا ہے در و دیوار سے — ہو نہ ہو یہ لشکرِ آفات ہے

چین اب آتا کسی کروٹ نہیں — کس مصیبت میں بسر اوقات ہے

درد دل میں اور کلیجے میں جلن — اور وحشت مجھ کو ساری رات ہے

آدھی دنیا سو رہی ہے چین سے — میرا سینہ مرجعِ آفات ہے

ہائے بے چینی قلق اور اضطراب — درد میٹھا میٹھا ساری رات ہے

آہ سینے میں مرے اک آگ ہے — نارِ دوزخ جس کے آگے مات ہے

جلد ۲

ہائے مایوسی دباتی ہے گلا — دم نکل جائے تو اچھی بات ہے
میں تو گنتے گنتے گھڑیاں تھک گیا — کیا قیامت سے بھی لمبی رات ہے
کوئی دیکھے تو گھڑی کیا وقت ہے — کتنی گزری کتنی باقی رات ہے
ہائے کب اس رات کی ہو گی سحر
یہ عذابِ قبر ہے یا رات ہے

خان احمد حسین خاں

۲۲ - رات کے بیچین گھنٹے

دُنیا تمام غفلت کی نیند سو رہی تھی — اور شورش جہاں تک خاموش ہو رہی تھی
سناٹا کل فضائے عالم پہ چھا چکا تھا — پچھلے پہر کا گھنٹہ بارہ بجا چکا تھا
وقتِ سماں کا ہر دم ہوتا تھا یہ اشارہ — اے سونے والو دیکھو تم مجھکو آنکھ کا را
میرا قدم ازل سے کل کائنات پر ہے — اک نقش پا ہے دن پر اور ایک رات پر ہے
خیمۂ فلک میں رندوں کا جمگھٹا تھا — محفل سکوت کی تھی اور دور چل رہا تھا
چوٹی سے کوہ نور کی تھی جوئے نور جاری — اور روشنی کا گویا برسا رہی تھی پانی
میں نے جو غور کرکے دیکھا تو چاند تھا وہ — بادل کی جھاڑیوں میں تھا راہ ڈھونڈتا وہ

تنہائی محض نے تھا اب مجھے ابھارا؛
بے اختیار ہو کر میں نے اُسے پکارا!

حاشیہ ۴

اے چھپنے والے دشتِ غربت میں آسماں کے
اے رہ نورد یوسفِ انجم کے کارواں کے

اے رات کے مسافر بے زاد و راہ و ساماں
کس منہ سے اپنے گھر ہم تجھکو بلائیں مہماں

گھر کیسا؟ آہ گھر بھی تو یاں نہیں کوئی ہے
ہر شے میں غیریت ہے ہر چیز اجنبی ہے

لیکن نہیں بٹانے کو تیرا ہاتھ میں ہوں
چل جس طرف کو چلنا ہے تیرے ساتھ میں ہوں

اس دیس میں ہوا ہوں آ کر تباہ میں بھی
تیری طرح چلا ہوں بے زاد و راہ میں بھی

پھرتا ہوں زندگانی کے توسنِ رواں پہ
اک پاؤں ہے زمیں پہ اور ایک آسماں پہ

تیری طرح ابھر کر جاتا ہوں ڈوب میں بھی
یعنی طلوع ہوتا ہوں اور غروب میں بھی

گھیرے ہوئے مجھے بھی تاریکیِ محن ہے
تیری طرح سے میرے بھی واسطے گہن ہے

یعنی ہوں گاہ روشن اور گاہ ماند میں ہوں
بس ایک چاند تو ہے اور ایک چاند میں ہوں

تو وہ کہ تجھ سے روشن ہے آدھی دنیا
میں وہ کہ مجھ سے رونق پکڑی ہے ساری دنیا

ساری زمین انجم ہے میری روشنی سے
دن ہو رہا ہے میری بجلی کی روشنی سے

اے ماہِ آسماں من، آں ذرہ زمینم
صد ماہ چوں تو پنہاں در جیبِ آستینم

اے چاند حال میرا تجھ سے چھپا نہیں ہے — تو اور میں ہوں کوئی دوسرا نہیں ہے

جلد ۲

یہ سب تو شاعرانہ میری تعلّیاں تھیں — لفّاظیاں تھیں اور سب رنگیں بیانیاں تھیں

سُن کان دھر کے اپنی بیتی تجھے سناؤں — میرا تو حال یہ ہے میں تجھ سے کیا چھپاؤں

طوفان کا جیسے مارا ساحل کو ڈھونڈھتا ہو — یا وہ تھکا ہوا جو منزل کو ڈھونڈھتا ہو

یا جیسے وہ پتنگا جو کھیل جائے جی پر — اور دوڑ کر گرے جو شعلے کی روشنی پر

یا جس طرح وہ بیوہ جو غم میں جل رہی ہو — اور خاک اپنے شوہر کی جو کُرید تی ہو

صدیاں گذر گئی ہیں مجھ کو تلاش کرتے — خالق کو اور اس کے اسرار فاش کرتے

جانچی ہیں میں نے برسوں خورشید کی شعاعیں — ذرّوں تک میں ذرّبرسوں دوڑائی ہیں نگاہیں

تہ تک سمندروں میں غوطے لگا گیا ہوں — پاتال تک زمیں کے اندر چلا گیا ہوں

تحت الثّریٰ سے گذرا اُڑتا زقند بھر کرتا — افلاک پھاڑتا اور اجسام قطع کرتا

چمکا کبھی اُفق پر خورشید شرق بن کر — تڑپا کبھی فضائے عالم میں برق بن کر

او نچا بہت غباروں میں بیٹھ کر اڑا ہوں — بادل میں چھپ گیا ہوں تاروں میں مل گیا ہوں

سیرِ عدم کر آیا میں اسپٹل اوڑاتا — گذرا صراط پر سے بائیسکل اوڑاتا

جنّت میں جا کے وعدے لے آیا حور سے میں — دوزخ کا دیکھ آیا دروازہ دُور سے میں

شمس و نجوم کی میں رفتار دیکھ آیا — اور کائنات کے کُل اسرار دیکھ آیا

کیا دورہ کواکب اور کیا قیامِ شمسی — دیکھا پڑا ہے میرا سارا نظامِ شمسی

جلد ۴

گردش کی شکل میں نے اس طرح کھینچ دی ہے — گویا زمین میری اُنگلی پہ گھومتی ہے

دنیا کا کام سارا مجھ سے نکل رہا ہے — یہ کارخانہ میرے پرزوں سے چل رہا ہے

لیکن تمام اس سرگردانی کا نتیجہ — یہ ہے کہ سر جھکائے افکار میں ہوں بیٹھا

تحقیق اور تجسس کے دام میں پھنسا ہوں — وسواس میں گھرا ہوں اوہام میں پھنسا ہوں

کہنے کو ہوں میں فارغ کہلانے کو ہوں کامل — جو چیز ہے فراغت مجھ کو کہاں ہے حاصل؟

سب زندگی کی خوشیاں میں خاک میں ملا کر — بیٹھا ہوں دونوں ہاتھوں پہ اپنے دھرے ہوئے سر

صحرا میں آہو بھرتے ہیں جب کلیلیں — بے فکر ہو کے جب وہ سبزے پہ لوٹتے ہیں

گرتے ہیں جب کہ بھونری پھولوں کے جام ان پر — جب بلبلیں مچاتی ہیں شورِ شاخِ گل پر

چشموں پہ غول باندھے چڑیاں جب آ گری ہیں — جب وہ پروں سے اپنے پانی اُچھالتی ہیں

اُس وقت میرے دل پر اک ابر چھا گیا ہے — اور وہ برس کے گھنٹوں مجھ کو رُلا گیا ہے

اس وقت میں نے جانا بس زندگی یہی ہے — اصلی خوشی یہی ہے زندہ دلی یہی ہے

پھر سوچ کر کہ میرا کیا حال ہے میں کیا ہوں — بس جی میں دھیا گیا ہوں بیتاب چیخ اُٹھا ہوں

باز آیا علم و فن کی میں ایسی روشنی سے — گذرا میں ایسے جینے اور ایسی جانکنی سے

اے لذتوں کی ڈھونڈو تم میری جان چھوڑ دو — اے حوصلو مجھے تم کوئی تو آن چھوڑ دو

اے علم میں فضیلت سے تیری باز آیا ‏ ‏ ‏ اے عقل میں ہدایت سے تیری باز آیا

روز ایک اِک بکھیڑا تو نے لگا دیا ہے ‏ ‏ ‏ جب تو نے رائے دی ہے مجھکو پھنسا دیا ہے

اے عشق جان تجھ سے اپنی بچا رہا ہوں ‏ ‏ ‏ اے شوق تجھ سے پیچھا اپنا چھڑا رہا ہوں

جس راہ تم نے چاہا ہے مجھکو لے چلے ہو ‏ ‏ ‏ تم کھینچتے چلے ہو تم [illegible] چلے ہو

آؤ اے امید تو نے مجھ کو بہت تھکایا ‏ ‏ ‏ اے آرزو کے پودے کچھ تم سے پھل نہ پایا

اے جذبِ حسن اور اے جوشِ شباب رخصت ‏ ‏ ‏ اے ذوق و شوقِ عشق خانہ خراب رخصت

بس اے عروسِ دنیا اب میں الگ ہوں گا ‏ ‏ ‏ اب ای بہشت تجھ کو میں لے کے کیا کروں گا

در محفلے کہ یاراں شربِ مدام کردند

چوں نوبتِ من آمد آتش بجام کردند

تارے چاند ڈوبے ہیں اور میں بھی تھک گیا ہوں ‏ ‏ ‏ یہ نیند کا نشہ ہے جو کچھ بہک گیا ہوں

غمنامہ سن چکا تو میرا مری زبانی ‏ ‏ ‏ زنہار تو کسی سے کہنا نہ یہ کہانی

تو شورشِ جہاں میں مُہرِ سکوتِ شب ہے ‏ ‏ ‏ لوحِ طلسم ہے تو ٹوٹا تو بس غضب ہے

ہیں سربمہر قدرت کے راز تیرے سر میں ‏ ‏ ‏ اس میکدے کی کنجی ہے تیری ہی کمر میں

میں ہوں کلیم تیرا اور شمعِ طور تو ہے ‏ ‏ ‏ نادر کے مالِ یغما میں کوہ نور تو ہے

پروانہ میں ازل سے تیرے چراغ کا ہوں ‏ ‏ ‏ بچپن سے جرعہ کش میں تیرے ایاغ کا ہوں

در بام پہ ہے اکثر شب گر کی سیاہی
جلد؟
میں ہوں زندہ یا کہ مردہ مجھے کیا ہوا الٰہی
شب غم بڑی بلا ہے شب غم بڑی بلا ہے

میں کسے یہاں پکاروں کہ نہیں نشاں کسی کا
نہ قدم کی کوئی آہٹ نہ گزر یہاں کسی کا
ہے جہاں میں کوئی مونس کوئی رازداں کسی کا
ہے کہیں یہاں کا تنہا یہ بھی ہے مکاں کسی کا
شب غم بڑی بلا ہے شب غم بڑی بلا ہے

ترے رحم سے بسر ہو یہ شب محن الٰہی
نظر آئے پھر کسی کی مجھے انجمن الٰہی
مری روح چھوڑ جائے نہ دیار تن الٰہی
کہیں دامن شب غم نہ بنے کفن الٰہی
شب غم بڑی بلا ہے شب غم بڑی بلا ہے

محروم

جلد ۳

۲۴۔ نامرادی

بسِ مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلا دیا
اُسے آہ دامنِ باد نے سرِ شام ہی سے بجھا دیا

ابھی آنکھ جھپکی تھی ایک پل تو کہا یہ جی نے کہ اُٹھ کے چل
دلِ بیقرار نے آن کر مجھے چٹکی لے کے جگا دیا

نہ تو تاب ہے تنِ زار میں نہ قرار ہجرِ غم یار میں
مجھے سوزِ عشق نے آخرش یونہی مثلِ شمع گھلا دیا

نیاز مند

۲۵۔ ابتدائے اُلفت

ہم اُنھیں دیکھا کئے اور وہ ہمیں دیکھا کئے — ہائے وہ پہلی نگاہیں دخنیت کے مزے
وہ نگاہ شوخ کی گستاخیاں وہ جراتیں — ہمت افزا تھوڑی تھوڑی واقفیت کے مزے
شوق افزوں، مانعِ عرضِ تمنا دابِ حسن — بارہا دل نے اٹھائی ایسی حالت کے مزے
وہ نہ جانا محفلِ جاناں میں بلوائے بہ بھی — وہ خیالِ امتحانِ جذبِ اُلفت کے مزے

ہائے آخر ہو گئی برہم مری بزمِ نشاط
لٹ گیا گویا کہ میرے عیش و عشرت کے فرے

جلد ۲

محروم

۲۶- اختلاط

ہو چکا وعدہ کہ کل آئیے گا   دیکھیے اب نہ بدل جائیے گا
وعدہ آنے کا جو فرمائیے گا   جیسے آج آئے تھے کل آئیے گا
اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے   بیٹھیے جائیے گا جائیے گا
کہتے ہیں کہہ تو دیا آئیں گے   اب یہ کیا ضد ہے کہ کب آئیے گا

رات اپنی ہے ٹھہریئے تو ذرا
آئیے بیٹھیے، گھر جائیے گا

امیر

۲۷- یادِ ایام

ایامِ وصال بھی تھے کیا دن   راتیں تھیں مراد مدعا دن

جلد ۲

محسوس نہ تھا کہاں گئی رات — معلوم نہ تھا کدھر گیا دن
کیا جلد گذر گئے وہ دن حیف — ہوتا کوئی اور بھی سوا دن
تھی رات بہت دنوں سے اچھی — راتوں سے زیادہ خوب تھا دن
تھی بزم وصال۔ دن ہوا رات — تھی دید جمال۔ شب ہوا دن
دنیا میں بزرگ تھی وہی رات — تھا عمر میں بس وہی بڑا دن
ہر صبح عجیب۔ شام نادر — ہر رات جدید اور نیا دن
تھی دن کو خوشی کہ اب ہوئی رات — تھی شب کو مسرت اب ہوا دن
عالم کو زبس کہ ہے تغیر — رہتے نہیں ایک سے سدا دن
تھا خواب و خیال وہ زمانہ — بجلی ہوئی رات اور ہوا دن

دن رات یہی فغاں ہے لب پر
وہ رات رہی نہ وہ رہا دن

اسمٰعیل

۲۸۔ شکوۂ ناز

ہاتھ گردن میں نہ ڈالو نہ ملو تم ہو وہی — جو خفا ہو گئے تھے لوگوں کے بہکانے سے

جلد۲

۲۹- باتیں

ہم سمجھتے ہیں یار کی باتیں — دل سمجھتا ہے پیار کی باتیں

تم سے ملنے میں یہ ملا ہم کو — سننی پڑتی ہیں چار کی باتیں

پھر اُدھر لے چلا ہمیں دیکھو — اِس دلِ بیقرار کی باتیں

یاد آتا ہے ہائے رہ رہ کر — وہ زمانہ وہ پیار کی باتیں

وعدہ کرنا وفا نہیں کرنا — ہیں یہی اعتبار کی باتیں

فصلِ گُل اب کہاں خزاں آئی — ہے فسانہ بہار کی باتیں

آج بہکے ہوئے سے ہیں عالی
ہیں یہ شاید خمار کی باتیں

عالی

۳۰- پھُول اور پیام

(انگریزی ترجمہ سے)

جا او گلِ گلاب تو کارِ ثواب کو — میرا پیام دے مری عصمت مآب کو

کیوں مفت کھو رہی ہے وہ یہ وقت مغتنم — کیا جانتی نہیں تو کہ فرصت بہت ہے کم

جلد۴

اس وقت آتشیں ہیں وہ رخسار پھول سے — منہ سے بھی چھوٹے ہیں دم گفتار پھول سے

گر وہ ہے شمع حسن تو پروانہ میں بھی ہوں — ہے وہ پری جمال تو دیوانہ میں بھی ہوں

لازم ہے شکر نعمت پروردگار اسے — واجب ہے فکر گردش لیل و نہار اسے

کیا مال ہے یہ حسن اگر قدرداں نہ ہو — مجنوں نہ ہو تو لیلیٰ کی بھی داستاں نہ ہو

اے گل تو ہی بتا کہ تجھے گر بجائے باغ — بہر نشیمن آج ملا ہوتا کوئی زاغ

خوبی کو تیری دیکھنے والا بھی تھا کوئی — سو جان سے تیرا والہ و شیدا بھی تھا کوئی

ایسا ہی وہ پری ہے سمن اندام نازنیں — جنگل میں کوہ و دشت میں ہوتی اگر کہیں

اہل نظر کی جس جگہ ہوتی نہ دسترس — اور ایکساں ہی ہوتے جہاں ناکس اور کس

واں جنس حسن ہوتی خریدار بن پڑی — اور دل ربا وہ ہوتی طلبگار بن کھڑی

پیغام میرا دے کے اسے اے گل گلاب — مرجھانا بیدریغ - وہیں کھا کے پیچ و تاب

شاید کہ تیرے مرنے سے ہشیار ہو سکے وہ — انجام حسن دیکھ کے بیدار ہو سکے وہ

جانے کہ کوئی گل کا سا رنگیں قبا بھی ہو — شیریں سے بڑھ کے گو کوئی شیریں ادا بھی ہو

قبضے میں اس کے حسن کا حصہ ہو چند روز — دنیا میں حسن عشق کا قصہ ہے چند روز

جو فائدہ اٹھانا ہو اس سے اٹھائے جلد

دل میں سما چکی ہے نظر میں سمائے جلد

جلد۲۱

۳۱- مقصودِ الفت

کیا مرے حسن دلاویز پہ تو مرتا ہے
شعلۂ روئی پہ مری جان فدا کرتا ہے
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبت مت کر
نگۂ عشق رخِ مہر جہاں تاب پہ ڈال
حسنِ بے مثل کو جس کے نہ اجل ہے نہ زوال

کم سنی پر مری مائل ہے طبیعت تیری
حسنِ نوخیز سے وابستہ ہے الفت تیری
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبت مت کر
تری الفت کی ہے قابل رخِ زیبائے بہار
جس پہ ہر سال نیا حسن نرالا ہے نکھار

چاہتا ہے مجھے تو کیا مری دولت کے لیے
دل ہے بے کل ترا میرے زر و حشمت کے لیے
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبت مت کر
چاہیے تجھ کو کرے بحرِ گہر خیز سے پیار
جس کے انمول جواہر کا نہیں کوئی شمار

پیار مجھ سے ہے تجھے کیا مری الفت کے لئے
دل ہے پروانہ ترا شمع محبت کے لئے
یہ اگر سچ ہے تو کر مجھ سے محبت پیارے
بہتر از مہرو بہاراں دلِ شیدا میرا
بحر میں بھی نہیں اب گہرِ مہرو وفا

نیرنگ

۳۲۔ نشاطِ اُمید

جلد۲

اے مری اُمید مری جاں نواز — اے مری دل سوز مری کارساز

میری سپر اور مرے دل کی پناہ — درد و مصیبت میں مری تکیہ گاہ

عیش میں اور رنج میں میری شفیق — کوہ میں اور دشت میں میری رفیق

کاٹنے والی غمِ ایّام کی — تھامنے والی دلِ ناکام کی

دل پہ پڑا آن کے جب کوئی دکھ — تیرے دلاسے سے ملا ہم کو سکھ

تو نے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ — تو نے اُٹھایا نہ کبھی سر سے ہاتھ

جی کو ہوا گر کبھی عسرت کا رنج — کھول دیئے تو نے قناعت کے گنج

تجھ سے ہی محتاج کا دل بے ہراس — تجھ سے ہے بیمار کو جینے کی آس

خاطرِ رنجور کا درماں ہے تو — عاشقِ مہجور کا ایماں ہے تو

نوح کی کشتی کا سہارا تھی تو — چاہ میں یوسف کی دل آرا تھی تو

رام کے ہمراہ چڑھی رن میں تو — پانڈوؤں کے ساتھ پھری بَن میں تو

تو نے سدا قیس کا بہلایا دل — تھام لیا جب کبھی گھبرایا دل

ہوگیا فرہاد کا قصّہ تمام — پر ترے فقروں پہ رہا خوش مدام

جلد۴

ہوتی ہے تو پشت پہ ہمت کے جب مشکلیں آساں نظر آتی ہیں سب
ہاتھ میں جب آکے لیا تو نے ہاتھ سات سمندر سے گزرنا ہے بات
ساتھ ملا جس کو ترا دو قدم کہتا ہے وہ یہ ہے عرب اور عجم
تو نے دیا آکے اُبھارا جہاں سمجھے کہ مٹھی میں ہے سارا جہاں

ذرّے کو خورشید میں ڈے تو کھپا
بندے کو اللہ سے ڈے تو ملا

جب کہ ہمایوں سے چھٹا ملک و تخت اور پھنسا بندِ حوادث میں سخت
یار رہا۔ اور نہ کوئی غمگسار دوست و دشمن کے لگے چلنے وار
پھر گئے دلدادۂ فرماں تھے جو چھٹ گئے وابستۂ داماں تھے جو
گھر میں نہ رہنے کی ملی کوئی راہ ملک میں لی غیر کے جا کر پناہ
ہو گئے اغیار یگانے سبھی تو نے مگر ساتھ نہ چھوڑا کبھی
چھوٹ گئے سارے قریب و بعید ایک نہ چھوٹی تو نہ چھوٹی اُمید
تیرے ہی دم سے کٹے جو دن تھے سخت تیرے ہی صدقے سے ملا تاج و تخت
خاکیوں کی تجھ سے ہے ہمت بلند تو نہ ہو تو کام ہوں دنیا کے بند

جذبہ

تجھ سے ہی آباد ہیں کون و مکاں
تو نہ ہو تو ہو ابھی برہم جہاں

وعدے وفا کرتی ہے گو چند تو	رکھتی ہے ہر ایک کو خورسند تو
بھاتی ہے سب کو تری لیت و لعل	تو نے کہاں سیکھی ہے یہ آج کل
تلخ کو تو چاہے تو شیریں کرے	بزمِ عزا کو طرب آگیں کرے
آنے نہ دے رنج کو مفلس کے پاس	رکھے غنی اُس کو رہے جس کے پاس
پاس کا پاتی ہے جو تو کچھ لگاؤ	سیکڑوں کرتی ہے اُتار اور چڑھاؤ
آنے نہیں دیتی دلوں پہ ہراس	ٹوٹنے دیتی نہیں طالب کی آس
جن کو میسر نہیں کمبلی پھٹی	خوش ہیں تو قع پہ وہ زربفت کی
چٹنی سے روٹی کا ہے جن کی بناؤ	بیٹھے پکاتے ہیں وہ خیالی پلاؤ
پاؤں میں جوتی نہیں پہ ہے یہ ذوق	گھوڑا جو سبزہ ہو تو نیلا ہو طوق
فیض کے کھولے ہیں جہاں تو نے باب	دیکھتے ہیں جھونپڑے محلوں کے خواب
تیرے کرشمے ہیں غضب دلفریب	دل میں نہیں چھوڑتے صبر و شکیب
تجھ سے ہوس نے جو شورے لیا	پھونک دیا کان میں کیا جانے کیا
دل سے بھلایا زن و فرزند کو	لگ گیا گھن نخلِ برومند کو

کھانے سے، پینے سے ہوا سرد جی | ایسی کچھ اکسیر کی لو لگ گئی

جلد۲

دین کی ہے فکر نہ دنیا سے کام | دھن ہے یہی رات دن اور صبح شام
دھونکتی ہے بیٹھ کے جب دھونکتا | شہ کو سمجھتا ہے اِک ادنےٰ گدا
پیسے کو جب تاؤ یہ دیتا ہے تاؤ | پوچھتا یاروں سے ہے سونے کا بھاؤ
کہتا ہے جب ہنستے ہیں سب دیکھ کر | رہ گئی اک آنچ کی باقی کسر
ہزاسی دھندے میں وہ آسودہ حال | تونے دیا عقل پہ پردہ سا ڈال
پھرتے ہیں محتاج کئی تیرہ بخت | جن کے بڑوں میں تھا کبھی تاج و تخت
آج جو برتن ہے تو کل گھر گرو | ملتی ہے مشکل سے انھیں نان جو
تیرے سوا خاک نہیں ان کے پاس | ساری خدائی میں ہے لے دے کے آس
پھولے سماتے نہیں اس آس پر | صاحبِ عالم انھیں کہیے اگر

کھاتے ہیں اس آس پہ قسمیں عجیب
جھوٹے کو ہو تخت نہ یارب نصیب

ہوتا ہے نومیدیوں کا جب ہجوم | آتی ہے حسرت کی گھٹا جھوم جھوم
لگتی ہے ہمت کی کمر ٹوٹنے | حوصلہ کا لگتا ہے جی چھوٹنے
ہوتی ہے بے صبری و طاقت میں جنگ | عرصۂ عالم نظر آتا ہے تنگ

جی میں یہ آتا ہے کہ سم کھائیے | پھاڑ کے یا کپڑے نکل جائیے
بیٹھنے لگتا ہے دل آڑے کی طرح | یاس ڈراتی ہے چھلاوے کی طرح
ہوتا ہے شکوہ کبھی تقدیر کا | اُڑتا ہے خاکہ کبھی تدبیر کا
ٹھنتی ہے گردوں سے لڑائی کبھی | ہوتی ہے قسمت کی ہنسائی کبھی
جاتا ہے قابو سے دل آخر نکل | کرتی ہے ان مشکلوں کو تو ہی حل
کان میں پہنچی تری آہٹ جو ہیں | رختِ سفر یاس نے باندھا وہیں
ساتھ گئی یاس کے پژمردگی | ہوگئی کافور سب افسردگی

تجھ میں چھپا راحتِ جاں کا ہے بھید
چھوڑیو حالیؔ کا نہ ساتھ اے امید

حالی

۴۴۔ امید کا سہارا

بس اے ناامیدی یوں دل بجھا تو | جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو
ذرا نا امیدوں کی ڈھارس بندھا تو | فسردہ دلوں کے دل آکر بڑھا تو

ترے دم سے مُردوں میں جانیں پڑی ہیں
جلی کھیتیاں تو نے سرسبز کی ہیں

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تو نے بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تو نے
اُکھڑتے دلوں کو جمایا ہے تو نے اُجڑتے گھروں کو بسایا ہے تو نے

بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے
اندھیرے میں اکثر اُجالا کیا ہے

قوی تجھ سے ہمّت ہے پیر و جواں کی بندھی تجھ سے ڈھارس ہے خورد و کلاں کی
تجھی پر ہے بنیاد نظمِ جہاں کی نہ ہو تو۔ تو رونق نہ ہو۔ اِس مکاں کی

تگاپو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے
رواروی ہے ہر قافلے میں تجھی سے

حالی

۴۴۔ زمزمۂ نشاط

زندگی مزے کی ہے۔ لطفِ جاں اُٹھائے جا لطفِ جاں اُٹھائے جا۔ یہ مزی اُڑائے جا
حملہ ہائے فکر و غم۔ ہوں اگرچہ دمبدم وار سب بچائے جا فکر و غم ٹلائے جا
ظلمِ دشمناں سہی۔ جورِ دوستاں سہی رشکِ رازداں سہی بھول جا بھلائے جا
داغِ زندگاں سہی۔ سوزشِ نہاں سہی داغ یہ چھپائے جا۔ آگ یہ بجھائے جا

ماجرائے حسن و عشق - خار دل اگر بنے — دل سے تو نکال پھینک - یہ خلش مٹائے جا

زندگی کہیں جسے - وہ تو میلِ آب ہو — بہہ چل اور بہائے جا - بہہ چل اور بہائے جا

شب زیادہ شمع کم - ہو اگر تو کیا ہو غم — جب تلک کہ جل سکے - بیدھڑک جلائے جا

مغتنم ہو ساقیا - فرصت انبساط کی — پی بھی اور پیے جا - پی بھی اور پلائے جا

ماحضر یہ خاک ڈال - کل پہ چھوڑ کل کا حال — جام و شیشہ اب سنبھال - دورِ پے چلائے جا

جو ہوا سو ہو چکا - عاقبت کی فکر کیا — آج ہے بڑا مزا - یہ مزا اڑائے جا

میری جانِ عندلیب - بامِ شاخسار سے — تختِ نوبہار سے - فرط انبساط سے

مستیِ نشاط سے - خوب چہچہائے جا

خوب چہچہائے جا - فصلِ گل منائے جا

فصلِ گل منائے جا - راگنی سنائے جا

راگنی سنائے جا - یہ دل مرا لبھائے جا

محو نغمۂ طرب - تو مجھے بنائے جا

تیری زندگی ہے راگ - میری زندگی ہے رنگ — راگ رنگ مل گئے - میں سنوں تو گائے جا

گائے جا بجائے جا - خوب چہچہائے جا

مست نغمۂ نشاط - تو مجھے بنائے جا

اے خیال ابتدا۔ اے خیالِ انتہا
اے خیالِ احتیاط۔ اے خیالِ احتیاج
اے خیالِ معصیت۔ اے خیالِ معدلت
اے ہوائے آرزو۔ اے اُمیدِ بیم تو

دو گھڑی تو چین لے۔ اتنا مت ستائے جا
اتنا مت ستائے جا۔ ہوش مت اُڑائے جا

گُل بہیں دکھائے جا۔ سبزہ لہلہائے جا
میری پیاری عندلیب۔ تو بھی چہچہائے جا

ہائے وہ نوا اُڑ گئی۔ لو یہ کیا سُنا گئی
جستجوئے عیش میں عمر مت گنوائے جا

بے طلب تو ہاتھ آئے اور طلب سے بھاگ جائے
اشتیاقِ انبساط۔ دل سے تو بھلائے جا

خدمتِ خدا و خلق۔ ہے نشاطِ زندگی
اس میں اپنا جان و مال۔ شوق سے لگائے جا

اعجاز حسین بی اے

۳۵۔ راحتِ یاس

دم نک جیں بکیا تھا خوفناک غم نے میرا
ٹکڑے ٹکڑے جگر کیا تھا حسرت کے ستم نے میرا

جلد۴

خرمن جلا دیا تھا برقِ الم نے میرا　　　میں جان دے چکا تھا تو نے مجھے بچایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا سبز باغ برسوں اُمید نے دکھائے　　　تھے وعدے اس کے جھوٹے سب میں نے آزمائے
دمبازیوں سے اُس کی دھوکے بہت سے کھائے　　　پھندے سے اس کے تو نے آخر مجھے چھڑایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

اُمید کے وہ وعدے جھوٹی ہوائیاں تھیں　　　سب جَو فروشیاں تھیں گندم نمائیاں تھیں
دن رات کوششیں تھیں اور نارسائیاں تھیں　　　دھوکے کا تو نے پردہ آخر کو آ اُٹھایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا آرزو کی تپ تھی کیا شوق کا جنوں تھا　　　تن من جلا رہا تھا کیا شعلۂ دروں تھا
حرماں کے نشتروں سے دل تھا کہ غرقِ خوں تھا　　　زخموں پہ جاں کے تو نے مرہم سا آ لگایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا آہِ سرد تو نے ٹھنڈی ہوا چلائی　　　گہری سی نیند جس سے دردِ دروں کو آئی
کیا یاس تو نے میٹھی لوری سی آ سنائی　　　کیا بھیرویں کی دُھن میں تو نے گنگنایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا سُکھ کی زندگی ہے اب شوق ہے نہ حسرت　　　نے آرزو نہ حرماں دونوں پہ بھیجو لعنت

اے یاس تجھکو شاباش ای یاس تجھپہ رحمت — اُمید دُور ہو چل۔ تو نے بہت ستایا

جذبہ

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

گزری گی خوب اپنی اب میں ہوں اور تو ہے — تجھکو ہی مجھ سے اُلفت یاں تیری جستجو ہے

میں جسم ہوں تو جاں ہے میں پھول ہوں تو بو ہے — یہ شکر ہے خدا نے مجھ سے تجھے ملایا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

نیرنگ

۳۶۔ جوگی

کل صبح کے مطلعِ تاباں سے جب عالم بقعۂ نور ہوا

سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا

مستانہ ہوائے گلشن تھی جانانہ ادائے گلبن تھی

ہر وادی وادیِ ایمن تھی ہر کوہ پہ جلوۂ طور ہوا

جب بادِ صبا مضراب بنی ہر شاخِ نہال رباب بنی

شمشاد و چنار ستار بنے ہر سرو و سمن طنبور ہوا

سب طائر مل کر گانے لگے عرفان کی تانیں اُڑانے لگے

اشجار بھی وجد میں آنے لگے دلکش وہ سماعِ طیور ہوا

جلد ۲

سبزے نے بساط بچھائی تھی اور بزم سرور سجائی تھی
بن بیچ گلشن میں آنگن میں فرش سنجاب سمو ہوا
تھا دلکش منظر دشت و جبل اور چال صبا کی مستانہ
اس حال میں ایک پہاڑی پہ جا نکلا ناظر دیوانہ
چیلوں نے جھنڈے گاڑے تھے پربت پہ چھاونی چھائی تھی
تھے خیمے ڈیرے بادل کے کہرے نے قنات لگائی تھی
یاں برف کے تودے گلتے تھے چاندی کے فوارے چلتے تھے
چشمے سیاب اگلتے تھے نالوں نے دھوم مچائی تھی
یاں قلۂ کوہ پہ رہتا تھا اک مست قلندر بیراگی
تھی راکھ جٹوں میں جوگی کے اور انگ بھبوت رمائی تھی
تھا راکھ کا جوگی کا بستر اور راکھ کا پیراہن تن پہ
تھی ایک لنگوٹی زیب کمر جو گھٹنوں تک لٹکائی تھی
سب خلق خدا سے بیگانہ وہ مست قلندر دیوانہ
بیٹھا تھا جوگی مستانہ آنکھوں میں مستی چھائی تھی

جلد۴

جوگی سے آنکھیں چار ہوئیں اور جھک کر میں نے سلام کیا
تب آنکھ اُٹھا کر ناظرؔ سے یوں بن باسی نے کلام کیا

کیوں بابا - ناحق جوگی کو تم کس لیے آکے ستاتے ہو
میں پنکھ پکھیرو بن باسی تم جال میں آکے پھنساتے ہو
کوئی جھگڑا دال چپاتی کا کوئی دعوی گھوڑے ہاتھی کا
کوئی شکوہ سنگی ساتھی کا تم ہم کو سنانے آتے ہو
ہم حرص و ہوا کو چھوڑ چکے اس نگری سے منہ موڑ چکے
ہم جو زنجیریں توڑ چکے تم لاکے وہی پہناتے ہو
تم پوجا کرتے ہو دھن کی ہم سیوا کرتے ہیں ساجن کی
ہم جوت لگاتے ہیں من کی تم اس کو آکے بجھاتے ہو
سنسار سے یاں مکھ پھیرا ہے من میں ساجن کا ڈیرا ہے
یاں آنکھ لڑائی پیتم سے تم کس سے آنکھ بلاتے ہو

اس مست قلندر جوگی نے جب ناظرؔ پر یہ عتاب کیا
کچھ دیر تو ہم خاموش رہے پھر جوگی سے یہ خطاب کیا

جلبہ۴

ہیں ہم پردیسی سیلانی مت ناحق جوش میں آ جوگی
ہم آئے تھے تیرے درشن کو چتون پر میل نہ لا جوگی

آبادی سے منہ پھیرا کیوں پربت میں کیا ہے ڈیرا کیوں
ہر محفل میں ہر منزل میں ہر دل میں ہے نورِ خدا جوگی

کیا مندر میں کیا مسجد میں سب جا اللہ کا جلوہ ہے
پربت میں نگر میں ساگر میں ہر اُترا ہے ہر جا جوگی

جی شہر میں خوب بہلتا ہے، واں حسن پہ عشق مچلتا ہے
واں پریم کا ساغر چلتا ہے چل دل کی پیاس بجھا جوگی

واں دل کا غنچہ کھلتا ہے ہر رنگ میں موہن ملتا ہے
چل شہر میں سنکھ بجا جوگی بازار میں دھونی رما جوگی

ان چکنی چپڑی باتوں سے مت جوگی کو بہلا بابا
جو آگ بجھائی جتنوں سے مت اس پہ تیل گرا بابا

ہے شہروں میں غل شور بہت اور حرص و ہوا کا زور بہت
بستے ہیں نگر میں چور بہت سادھو کی ہے بن میں جا بابا

ہے شہر میں شورشِ نفسانی جنگل میں ہے جلوہ روحانی

جلد۴

ہے نگری ڈگری کثرت کی بن وحدت کا دریا بابا

ہم جنگل کے پھل کھاتے ہیں چشموں سے پیاس بجھاتے ہیں

راجہ کے نہ دوارے جاتے ہیں پرجا کی نہیں پروا بابا

سر پر آکاس کا منڈل ہے دھرتی پہ سہانی مخمل ہے

دن کو سورج کی محفل ہے شب کو تاروں کی سبھا بابا

جب جھوم کے یاں گھن آتے ہیں مستی کا رنگ جماتے ہیں

چشمے طنبور بجاتے ہیں گاتی ہے ملار ہوا بابا

یاں پنچھی مل کر گاتے ہیں پیتم کی سندیس سناتے ہیں

یاں روپ انوپ دکھاتی ہیں پھل پھول اور برگ و گیا بابا

ہے پیٹ کا ہر دم دھیان تمھیں اور یاد نہیں بھگوان تمھیں

سل پتھر اینٹ مکاں تمھیں دیتے ہیں سکھی سے جھگڑا بابا

تن من کو دھن میں لگاتے ہو پیتم کو دل سے بھلاتے ہو

ماٹی میں لعل گنواتے ہو تم بندۂ حرص ہوا بابا

وہ حسن و دولت آنی جانی ہے یہ دنیا رام کہانی ہے
یہ عالم عالمِ فانی ہے - باقی ہے ذاتِ خدا بابا

نظیرؔ

۳۷- دُنیا کی محبّت

لگاؤ نہ اس دارِ فانی سے دل — عیاں اُس کی ہیں سُست بنیادیاں
جو یہاں آج ہے جوشِ عیش و نشاط — تو کل حسرتوں کی ہیں طغیانیاں
پھر آرام برسوں نہیں یہاں نصیب — اگر چار دن ہیں تن آسانیاں
چمن ہے کہ ہے سیمیائی نمود — یہ کہتی ہیں نرگس کی حیرانیاں
گُل آوازِ بلبل پہ ہیں ہنس رہے — کہ دو دن کی ہیں خوش الحانیاں
متاعِ وفا کا ہے دُنیا میں کال ق — مگر گاہکوں کی ہیں ارزانیاں
لگا دیتے ہیں اُس کی قیمت میں جو — شہنشاہیاں اور سُلطانیاں
کھلونوں پہ مرتے ہیں سر پھوڑ پھوڑ — یہ داناؤں کی یاں ہیں نادانیاں
جھپٹتے ہیں مردار کی یا سگے — یہ ہیں شیر مردوں کی جولانیاں
بنی نوع کے دوست کرتے ہیں آہ — بنی نوع پر آتش افشانیاں

کلیجے کے ٹکڑوں سے بنتی ہیں یہاں — سدا جیل کوٹوں کی ہمانیاں
جہاں سوزیوں کا ہے گویا کہ نام — جہانداریاں اور جہاں بانیاں
ڈبوتی ہیں آخر کو منجھدار میں — یہ فرعونیاں اور ہامانیاں
محبت کا دُنیا کے حاکی مآل
پشیمانیاں ہیں پشیمانیاں

حالی

۳۸ — بے ثباتیِ دُنیا

کیا کہوں حالِ دردِ پنہانی — وقت کوتاہ و قصہ طولانی
عیشِ دنیا سے ہوگیا دل سرد — دیکھ کر رنگِ عالمِ فانی
کچھ نہیں جز طلسم و خوابِ خیال — گوشۂ فقر و بزمِ سلطانی
ہے سراسر فریب و وہم و گماں — تاجِ فغفور و تختِ خاقانی
بے حقیقت ہے شکلِ موجِ سراب — جامِ جمشید و راحِ ریحانی
لفظِ مہمل ہے نطقِ اعرابی — حرفِ باطل ہے عقلِ یونانی
ایک دھوکا ہے لحنِ داؤدی — اک تماشا ہے حُسنِ کنعانی

نہ کروں تشنگی سے تر لبِ خشک　　چشمۂ خضر کا جو ہو گر پانی

لوں نہ اک مشتِ خاک کے بدلے　　گر ملے خاتمِ سلیمانی

بحرِ ہستی بجز سراب نہیں

چشمۂ زندگی میں آب نہیں

جس سے دنیا نے آشنائی کی　　اس سے آخر کو کج ادائی کی

تجھ پہ بھولے کوئی عبث اے عمر　　تو نے کی جس سے بے وفائی کی

ہے زمانہ وفا سے بیگانہ　　ہاں قسم ہم کو آشنائی کی

یہ وشبہ مہر ہے کہ ہے اس کی　　صلح میں چاشنی لڑائی کی

ہے یہاں حظ وصل سے محروم　　جس کو طاقت نہیں جدائی کی

خندۂ گل سے بے بقا تر ہے　　شان ہو جس میں دلربائی کی

جنس کاسد سے ناروا تر ہے　　خوبیاں جس میں ہوں خدائی کی

بات کھوئی رہی سہی افسوس　　آج خاقانی و سنائی کی

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد

اسد اللہ خان غالب مرد

حالی

۳۹ - بے ثباتی دنیا

بقائے جہاں اعتباری نہیں ۔ کوئی شے یہاں اختیاری نہیں
کبھی جلوہ گر دن کبھی رات ہے ۔ جہاں مطلع اختلافات ہے
کبھی چاند ڈوبا کبھی آفتاب ۔ زمانہ ہے یا ورطۂ انقلاب
جہاں تھی خراماں نسیم بہار ۔ وہاں اڑ رہی ہے خزاں کا غبار
ہزاروں شگوفے کھلے تھے جہاں ۔ ہر اک کا پتا نہیں اب وہاں
وہ گلشن جو تھا رشک باغ ارم ۔ وہاں تنکا تنکا ہے اب خار غم
جہاں ڈھیر پھولوں کے تھے بیشمار ۔ وہاں آج ہر سو ہیں انبار خار
تھی طوبیٰ کو جس گلستاں کی ہوس ۔ وہاں بید مجنوں کا سایہ ہے بس
ملے چین کیا دور افلاک میں ۔ ہزاروں بھرے گھر ملے خاک میں
کہاں بزم کیخسرو و جشن جم ۔ خوشی چل بسی اور باقی ہے غم
محل جنکے تھے قطعۂ نو بہشت ۔ وہ ہیں زیر تودۂ کہنہ خشت
جو تاروں بھری رات کے چاند تھے ۔ وہ ہو کر سحر ہوتے ہی ماند تھے
کسی کے کہاں ساتھ میلے چلے ۔ اکیلے سب آئے اکیلے چلے

نہ عاشق نہ کوئی حسیں رہ گیا | گیا جو وہاں ۔ بس وہیں رہ گیا
تھمیں اشک کیا چشم نمناک میں | غضب صورتیں مل گئیں خاک میں
وہ گلرو تھے جو حسن و خوبی میں فرد | ہوا میں اُڑی پھرتی ہے اُن کی گرد
بہ خوں رنگے جو داغ سینوں پہ تھے | یہ سب داغ غم آج سینوں کے ہیں
نہ لیلیٰ نہ مجنوں ہیں زیرِ فلک | مگر نوحہ خواں عشق ہے اب تلک
وہ جو اوج میں رشکِ افلاک تھے | وہ گرتے ہی اک تودۂ خاک تھے
جو مشہور تھے گنج میں زور میں | نہیں ہڈیاں ان کی اب گور میں
مکیں وہ نہیں جو مکاں بھی نہیں | بہت نامیوں کے نشاں بھی نہیں

مگر ہاں جو مل جائے انجام نیک
حیاتِ ابد ہے یہی نامِ نیک

بینظیرؔ

۴۰۔ یادِ ویرانہ

پڑا ہے آج جو یہ بے مکیں ویرانہ | بنا دیا ہے جسے بیکسی نے غمخانہ
کسی زمانہ میں عیش و طرب کا یہ گھر تھا | چہل پہل تھی غضب کی غضب کا یہ گھر تھا

اگرچہ اب نہ رہا بام و در کا وہ نقشہ | مگر مجھے نہیں بھولا ہے گھر کا وہ نقشہ
یہاں تھا صحن وہاں سائبان و دالان | ادھر کو آہ تھی اک کوٹھڑی رفیع الشان
ادھر کو وہ مری خلوت تھی آہ خوش منظر | پرانے تاڑ یہ آتے تھے جس جگہ سے نظر
میں گرمیوں میں یہاں آہ شام کو اکثر | تھا لیٹتا کبھی ہلکی سی اک مسہری پر
وہ چھوٹی چڑیوں کا کنگنی پہ تیری اے دیوار | چہک چہک کے ہم آہنگیوں سے گانا ملار
وہ لاڈلی مری بچپن کی فاختہ ہے کدھر | تھا آشیانہ کبھی آہ جس کا کوٹھے پر
غضب کی درد بھری جس کی تھی کبھی "کوکو" | تھی دوپہر کو جو سرگرم نالۂ "یاہو"
گذر گئی ہو نہ جی سے اجل نصیب کہیں | کہ اب نظر نہیں آتی مجھے غریب کہیں

میں کاش اس کے پر و بال کا نشاں پاتا
تو پاس رکھ کے دلِ غمزدہ کو بہلاتا

یہاں یہ آہ وہ دالان تھا جو خوش منظر | میں گرمیوں میں جہاں محوِ خواب تھا اکثر
اسی کی اک یہ شکستہ ہے رہ گئی دیوار | اسی کی ہائے یہ خستہ ہے رہ گئی دیوار
یہیں تو راتوں کو جلتے تھے خوشنما فانوس | یہیں بلور کے روشن تھے جا بجا فانوس
یہیں کے فرش پہ میں لوٹتا تھا بچپن میں | کہ چاندنی میں یہیں کھیلتا تھا آنگن میں
خوشی برستی تھی دیوار تیرے منظر سے | کہ تجھ کو آہ محبت تھی میرے گھر بھر سے

مری رفیق تھی اور میری ہم خیال تھی تو — کہ رنج و عیش میں میری شریک حال تھی تو

مرا تھا ان دنوں ساون میں جب مرا بھائی — اداسی چہرے پہ گھر بھر کے غم میں تھی چھائی

پڑا ہوا تھا میں اک کھری چارپائی پہ — ملول و خستہ و ماتم زدہ لپیٹے سر

تو غمزدہ سی تھی اس وقت تو بھی اے دیوار — اداس مجھکو نظر آتے تھے ترے رخسار

جگر خراش فسانہ وہ یاد ہے اگلا — کہ گرمیوں کا زمانہ وہ یاد ہے اگلا

وہ چلچلاتی ہوئی دھوپ جیٹھ کی وہ سموم — وہ دل ملول وہ چہرہ فسردہ و مغموم

تجھے دے رہے مجھے جب گرمیوں کے دن آزار
تو ہو رہی تھی پریشاں تو بھی اے دیوار

کدھر ہے آہ وہ عہد گزشتہ اے دیوار — گزر گئے مرے طفلی کے کیا وہ لیل و نہار

وہ کم سنی کا زمانہ نہ آئے گا پھر کیا — وہ دن نہ مجھکو زمانہ دکھائے گا پھر کیا

ملے تھے مجھکو جو طفلی کے آہ دن دو چار — وہ گزرے گود میں تیرے ہی اے مری غمخوار

تجھی نے مجھکو سکھائے خرام کے انداز — تجھی نے مجھکو بتائے خرام کے انداز

وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھکو دایہ کا — ترے سہارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا

وفا کے اگلے وہ پیماں یاد ہیں تیرے — مربیہ مجھے احسان یاد ہیں تیرے

مچل کے جب کسی شے پر میں روٹھ جاتا تھا — کسی کی گود میں جب آہ میں نہ آتا تھا

تو تجھ سے لگ کے میں ہو جاتا تھا کھڑا دیوار ملا کے تجھ سے میں روتا تھا غمزدہ رخسار
اُداس دیکھ کے مجھ کو گلے سے لپٹا کر لگا کے سینے سے۔ آنسو تھی پونچھتی اکثر
نہیں ہوں آہ لڑکپن کی وہ ادا بھولا میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا
مرے رفیق نہ جب کھیلنے کو آتے تھے نکل کے گھر سے کہیں پر میں نہ جاتے تھے
برستی ہوتی تھی جب گھر میں مینھ کی بوچھار تو کھیلتا تھا میں اُس وقت تجھ سے اے دیوار

تجھے میں گیند تھا دیتا جب مجھے تو دیتی تھی
بلائیں دور سے ہو کر نثار لیتی تھی

بجا ہے آہ یہ میرا خیال کیا دیوار کہ تو مجھے بھی نہ بھولی ہو اے مری غمخوار
مگر یقین مرے دل کو آہ کیونکر ہو کہ میری یاد کا بھی نقش تیرے دل پر ہو
خدا کرے مجھے اے کاش تو نہ بھولی ہو مجھے بھی آہ تری آرزو نہ بھولی ہو
اگرچہ دور رہا تجھ سے میں فراق نصیب اگرچہ سایہ سے تیرے بچھڑ گیا میں غریب
گزر گئے تری فرقت میں آہ کتنے سال رہا میں وادیِ غربت میں آہ کتنے سال
میں گو رہینِ غمہائے روزگار رہا ترے خیال سے غافل نہ زینہار رہا
زمانہ یاد لڑکپن کا جب کبھی آیا ترا خیال وہیں بن کے بیکسی آیا
تھا اتفاق کہ تیرے قریب آنکلا اِدھر کو بھول کے میں غم نصیب آنکلا

نصیب پھر ترا دیدار دیکھیے کب ہو ادھر کو عزمِ دلِ زار دیکھیے کب ہو

جُدا میں ہوتا ہوں تجھ سے ترا خدا حافظ
نکلتی ہے مرے دل سے دُعا خدا حافظ

سرورجہان آبادی

۱۴- محفلِ برہم

محفل برخاست ہے پتنگے رخصت شمعوں سے ہو رہے ہیں

ہے کوچ کا وقت آسماں پر تارے کہیں نام کو رہے ہیں

اُن کی بھی نمود ہے کوئی دم وہ بھی نہ رہیں گے جو رہے ہیں

دُنیا کا یہ رنگ اور ہم کو کچھ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں

ارباب کمال چل بسے سب
تو ہیں کہیں ایک دو رہے ہیں

امیر

جلد۴

۴۲۔ عبرت

دیکھیں پروانے کو دعووں پہ ابھرنے والے
عشق اسے کہتے ہیں یوں مرتے ہیں مرنے والے

نہ رہا یاد انھیں کیا اثرِ فصلِ خزاں
کیوں جوانانِ چمن پھر ہیں سنورنے والے

تیز رفتار نہ ہو اس قدر اے موجِ صبا
تجھ میں کچھ قطرے ہوا سے ہیں ابھرنے والے

اکبر الہ آبادی

۴۳۔ موت

اے موت بحر و بر پہ ہی سکہ رواں ترا
ظالم مطیع حکم ہے سارا جہاں ترا

راہِ جفا پہ کوئی نہیں ہم عناں ترا
توسن رواں ہے صورتِ برقِ تپاں ترا

کچھ کچھ شریکِ جور ہے گو آسماں ترا
لیکن وہ دوں خصال بھی ثانی کہاں ترا

تو پھول توڑ لیتی ہے اس کے چمن سے بھی
ہر صبح ہے رخِ مہ و انجم پہ مردنی

ماتم کدہ یہ دہر جو ہے تیرے دم سے ہے ویراں ہر ایک شہر جو ہے تیرے دم سے ہے
جلدا
دریائے غم میں لہر جو ہے تیرے دم سے ہے نالوں میں لہر لہر جو ہے تیرے دم سے ہے
امرت جہاں میں زہر جو ہے تیرے دم سے ہے جینا خدا کا قہر جو ہے تیرے دم سے ہے

جو دل ہے تیرے داغ سے یاں لالہ زار ہے
ماہی سے ماہ تک جو ہے سو داغدار ہے

مارا کسی غریب کو تو نے وطن سے دور ماں باپ سے بہت پرے بھائی بہن سے دور
لاشہ کوئی پڑا ہے مزار و کفن سے دور دستِ صدائے شیون و شورِ محن سے دور
پھولوں کی آہ نازبھری انجمن سے دور گھونٹا گلا ہزار کا صحنِ چمن سے دور

گھیرا کسی کو ورطۂ دریا کے درمیان
پھانسا کسی کو دامنِ صحرا کے درمیان

تو جس کا بچہ لے گئی اس ماں کا حال دیکھ جاری ہیں اشک گرچہ ہوئے ماہ و سال دیکھ
اے موت دیکھ طولِ زبانِ ملال دیکھ اب تک اٹی ہیں گرد سے سب کے بال دیکھ
ایسی بھی غمزدوں کی کہیں ہے مثال دیکھ ہر وقت رونے دھونے سے آنکھیں ہیں لال دیکھ

نورِ نظر کے غم میں یہ اتنا جو روئے گی
آنکھیں تو خیر جان کو اک روز کھوئے گی

حلیہ؟

اے موت آہ تیرے ستائے ہوئے یتیم — نقشِ غلط کی طرح مٹائے ہوئے یتیم
وہ سیلِ اشکِ خون میں بہائے ہوئے یتیم — سوزِ غمِ نہاں کے جلائے ہوئے یتیم
وہ عرشِ بدر سے خاک پہ آئے ہوئے یتیم — گودی سے ماں کی آہ چھڑائے ہوئے یتیم

روتے ہیں اور دیتے ہیں رو رو دعا تجھے
ان کو رلا کے موت بھلا کیا ملا تجھے

عاشق کو اُن کے حسن کا جلوہ دکھا گئی — دل آ گیا کسی پہ تو بس موت آ گئی
پروانے کے شکار کو شمعیں جلا گئی — گُل ہر عندلیب چمن میں کھلا گئی
جھونکوں میں جب سموم کے ظالم سما گئی — دم میں چراغِ ہستیِ گُل کو بجھا گئی

صیاد بن کے مرغِ چمن زاد پر گری
اور برق ہو کے خانۂ صیّاد پر گری

اے موت مت ڈرا مجھے مجھ کو فنا نہیں — جینے کا مجھ پہ نام کو جادو ترا نہیں
کچھ ابتدا نہیں ہے مری انتہا نہیں — میں وہ ہوں مجھ سے چھیڑ کی لینا بجا نہیں
تیری رسائی جسم سے آگے ذرا نہیں — ہاں جسم تیرا مال ہے بیشک مرا نہیں

شمشان تیری آگ مجھے کب جلا سکے
آغوشِ قبر تو مجھے کیوں کر دبا سکے

محروم

۴۴- آنی جانی

جلد۴

عدم سے بشر آئے گا ایک دن زمانہ کہے گا اُسے نیک دن
لڑکپن کے دن ہوں گے شاہی کے دن محبت کے دن بے گناہی کے دن
خوشی ان دنوں نور برسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

پھر آئے گا مدہوش کرنے شباب رہے گا خیالِ شراب و کباب
کبھی جوشِ مستی کبھی نوشِ خواب نہ فکرِ ثواب و نہ خوفِ عذاب
گھٹا دل پہ پندار کی چھائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

سپاہی جواں مرد کہلائیگا لڑائی میں زخمِ گراں کھائیگا
غش آئے گا سیروں لہو جائیگا کراہے گا تڑپے گا چلائیگا
قضا بوند پانی کو ترسائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

بشر ہوگا عالم میں ذی احتشام بڑھے گی لیاقت سے شہرت تمام

جلد۲

رہے گو نہ شہرت بھی اس کی مدام — کہ شہرت کو بھی یاں نہیں ہے قیام
یہ شہرت نیا رنگ چمکائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

زمانہ کرے گا جواں کو ادھیڑ — توانائی کا ہوگا بڑھ کر دھپیڑ
لگے گا اسپِ جوانی کو ایڑ — نقاہت کرے گی قواؤں سے چھیڑ
طبیعت اس آفت سے گھبرائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گذر جائیگی

بڑھاپے سے ہوگا بڑا انقلاب — نہ ہوگی دلیری۔ نہ ہوگا شباب
ضعیفی کرے گی کل اعضا خراب — یہاں تک کہ جینا بھی ہوگا عذاب
اجل چیل سی سر پہ منڈلائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

مرض موت کا جب اُٹھائے گا سر — دوا کر کے ہاریں گے کُل چارہ گر
بگڑ جائے گا کھیل سب سر بسر — بن آئے گی بیمار کی جان پر
بڑی سختیاں نزع دکھلائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گذر جائیگی

طالب بنارسی

۴۵- مثالِ زندگی

تارا فلک سے جیسے گرے کوئی ٹوٹ کر
اور گرتے ہی نظر سے ہو غائب زمین پر

یا جیسے گرمِ سرعتِ پرواز ہو عقاب
یا موسمِ بہار کا اُٹھتا ہوا شباب

یا جیسے گل پہ صبح کو شبنم ہو قطرہ ریز
یا جیسے بادِ تند ہو طوفاں میں موج خیز

یا جیسے سطحِ آب پہ اُبھرے کوئی حباب
یونہی بشر ہے دہر میں تصویرِ انقلاب

آیا ادھر نسیم کا جھونکا اُدھر نہ تھا
پانی میں بلبلا ادھر اُبھرا اُدھر نہ تھا

شبنم اُڑی نظر جو پڑی آفتاب کی
پرواز تھی نہ چشم زدن میں عقاب کی

آئی خزاں تو موسمِ گُل کا نشاں نہ تھا
تارا گرا تو گر کے تجلّی فشاں نہ تھا
آئی قضا نمودِ وجودِ بشر نہ تھی
تھی اِک طلسمِ ہستی بودِ بشر نہ تھی

شاؔد بجوازیہ

۴۶۔ موت کی گھڑی

موسمِ خاص میں ہوتے ہیں شجر برگ فشاں
پھول مُرجھاتے ہیں جب باغ میں آتی ہے خزاں
صبح ہوتی ہے تو ہوتے ہیں ستارے پنہاں
لیکن اے موت مقرر ہے ترا وقت کہاں
دن کو ہوتا ہے غمِ دہر سے ہر ایک کو کام
دوست مِل جائیں بہم آتی ہے اس واسطے شام
رات ہوتی ہے کہ ہو سب کو مُیسّر آرام
لیکن اے موت ترے آنے کے ہیں وقت تمام

ہم کو معلوم ہے کب بدر کو ہوتا ہے ہلال
اُڑ کے کب جائیں گے مرغانِ ہوا سوئے شمال
کب خزاں آ کے گلستاں کو کرے گی پامال
کون بتلائے کہ کب کیجے ترا استقبال

کیا وہ موسم ہے ترا جب کہ بہار آتی ہے
اور صبا حسنِ گلِ تر کو نکھار آتی ہے
یا خزاں باغ میں جب لے کے غبار آتی ہے
نہیں ہر وقت تو کرنے کو شکار آتی ہے

تو وہاں بھی ہے جہاں ملتے ہیں دو سینہ فگار
دُکھڑے رونے کے لیے بیٹھ کے زیرِ اشجار
تو وہاں بھی ہے جہاں ملتی ہیں فوجیں خونخوار
اور دکھاتی ہے جہاں رزم میں جوہر تلوار

بحر و بر سب کو ہے منظور اطاعت تیری
کر رہی کام ہوائیں بھی ہے طاقت تیری

دل سے راحت میں بھی جاتی نہیں ہیبت تیری
ہم جہاں جائیں نظر آتی ہے صورت تیری

جلد۴

شاکر میرٹھی

۴۷۔ نزع

نزع کا وقت بُرا وقت ہے خالق کی پناہ
ہے وہ ساعت کہ قیامت سے سوا ہوتی ہے

روح تو ایک طرف ہوتی ہے رخصت تن سے
آرزو ایک طرف دل سے جُدا ہوتی ہے

جسم تو خاک میں ملجاتے ہوئے دیکھتے ہیں
روح کیا جانے کدھر جاتی ہے کیا ہوتی ہے

اکبر

۴۸۔ دمِ واپسیں

آہ کیسا ہے وقت درد انگیز
کیسا نظّارہ ہے یہ رقت خیز

اُف ہی کیسا یہ دلخراش سماں
عالمِ نزع میں ہے ایک جواں

اک طرف دوست آشنا ہیں کھڑے
اک طرف غم میں اقربا ہیں کھڑے

جلد ۴

اک عجب خامشی کا عالم ہے　　جس کو دیکھو وہ چشم پر نم ہے
کوئی فکرِ دوا میں ہے مصروف　　کوئی دل سے دعا میں ہے مصروف

سرنگوں اک طرف طبیب کھڑے
سب ہیں بیمار کے قریب کھڑے

آہ اب اس مریض کی حالت　　ہو گئی اور بھی ردی حالت
رخ کی رنگت بھی اب بدلنے لگی　　نبض بھی اب تو سست چلنے لگی
اور حالت بگڑ گئی دیکھو　　سانس بھی اب اکھڑ گئی دیکھو
کھلتی ہے اب زباں بھی دقت سے　　دیکھو آنکھیں بھی لگ گئیں چھت سے
ایک بچی بھی ہے قریب کھڑی　　متحیر وہ بدنصیب کھڑی
دیکھ کر سب کے منہ پہ رنج و ملال　　کچھ نہ سمجھی کہ کیا ہے باپ کا حال

دیکھا جب سب کو چپ کھڑے ہیں اداس
دوڑی اندر گئی وہ ماں کے پاس

غمزدہ ماں بھی سر جھکائے ہوئے　　اشک آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے
کیسی حالت بنائے بیٹھی ہے　　لو خدا سے لگائے بیٹھی ہے
آہ معصوم بچی نے جا کر　　کر دیا ماں کا اور ٹکڑے جگر

۱ گود میں جا کے پہلے بیٹھ گئی پھر جھپٹ کر گلے سے یہ بولی
جلد۱۳ آپ چپ چاپ کیوں ہیں بیٹھی یہاں کس لیے رو رہی ہو اماں جاں
ابا کمرے جب پڑے ہیں کیوں لوگ گھیرے ہوئے کھڑے ہیں کیوں
اور بھی لوگ آتے جاتے ہیں میرے ابا کو کیوں ستاتے ہیں
چلکے کمرے میں سب کو منع کرو نیند آتی ہے شاید ابا کو
اُس کی اس بھولی بھولی باتوں نے ق دل ہلا دینے والی باتوں نے
کیا کیا ہائے ماں کے دل پہ اثر کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے جگر
دل میں سمجھی کہ اب ہی حالت غیر چیخ اُٹھی کہ ہوا الٰہی خیر
حال اب کیا کروں رقم آ گے
اب تو چلتا نہیں قلم آگے

انجم

۴۹ - پیام مرگ

جس پہ دنیا کی دوا اور دعا صرف ہوئی اس کی صحت کا نہ پہلو کسی عنواں نکلا
سو تقدیر سے تدبیر بگڑتی ہی گئی جس کو کہتے تھے مرض موت کا ساماں نکلا

تپ شہ تپ خلق میں پیدا نہیں جس تپ کی دوا — درد وہ درد نہ جس درد کا درماں نکلا
دل شکن حوصلہ فرسا تھا وہ ہنگام کہ جب — دیکھ کر نبض مسیحا بھی پریشاں نکلا

جلد ۴

بے بسی چارہ گروں کی تھی عجب دردفزا
آس سے یاس ہوئی یاس سے حرماں نکلا

بسترِ خاکِ لحد پر تو ملی چین کی نیند — تجھ پہ قربان کہو اتنو یہ ارماں نکلا
خواب راحت سے اُٹھو آؤ کوئی بات کرو — کہو کیا حاصل ہستیِ امکاں نکلا
راز کچھ عالم بالا کے بھی معلوم ہوئے — کچھ پتہ ہستی مابعد کا اے جاں نکلا
دیکھو سو مرتبہ تاراج خزاں ہو ہو کر — پھول پھر نکلے ہیں پھر سبزۂ بستاں نکلا

تم کہاں جا کے چھپے ہو کہ نکلتے ہی نہیں
چھپ کے سو مرتبہ پھر مہرِ درخشاں نکلا

اعجاز

۵۰- مرثیۂ فرزند

رکھا تر ے دامن میں ہی کیسے گلِ تر کو — رکھ آنکھ میں اے قبر مرے نورِ نظر کو
ہے آگ لگی آگ لگی اس کے اثر کو — جاتا ہی کہاں نالۂ دل پھونک کے گھر کو

پہلو میں ہماری غضب اک پھانس چبھی ہی ‏ رہ رہ کے بڑھاتی ہی وہی دردِ جگر کو
یکساں ہی مرے گھر میں شب روز کا عالم ‏ پھرتے ہیں مہ و مہر لیے شام و سحر کو
جب خاک سی بجتے نہیں یہ وردۂ دامن ‏ کیا لے کے کریں لالہ و گل لال گہر کو
شب گورِ غریباں میں بسر کرتے ہیں اے موت ‏ ہم شام کو جا رہتے ہیں آتے ہیں سحر کو
مقبول دعائیں نہیں ہوتیں نہیں ہوتیں ‏ قسمت میں ترسنا ہی ترستے ہیں اثر کو

گریاں ہیں ریاض آپ غمِ مرگ میں کس کے
درپیش یہی راہ ہے ہر فرد بشر کو

ریاض

۱۵۔ جنازۂ پسر

کدھر چلے مرے لختِ جگر کو لے کے عزیز ‏ کہاں یہ دفن کی اس نوجوان کی کی تجویز
کسی کو بھی نہیں افسوس نیک و بد کی تمیز ‏ ملانے خاک میں جاتا ہی کوئی ایسی چیز

گئی جو ہاتھ سے نعمت تو قدر نعمت کیا
مگر خود اس کے مٹانے میں ایسی عجلت کیا

تھمو تھمو کہ اس اُجڑی مکاں کا تھا یہ چراغ ‏ بہار پر تھا اسی نونہال سے یہ باغ
ہُوگا اب مجھے حاصل کبھی جہاں میں فراغ ‏ تمام عمر دلِ ناتواں ہے اور یہ داغ

جلد؟

فغانِ بلبل جان دل کے پار ہوتی ہے
نظر کے باغ سے رخصت بہار ہوتی ہے

اسی کی ذات سے تھی بزمِ آرزو روشن — یہی تھا اپنے چراغِ امید میں روغن
اسی سے خانۂ دل میں تھا جلوۂ ایمن — یہی جمال تھا اس آئینہ میں عکس فگن

اسی کے نور کی لو قلب کے چراغ میں تھی
یہی تھی روح یہی راح اس ایاغ میں تھی

ہزار ناز سے اس لختِ دل کو پالا تھا — کبھی نہ دھوپ میں باہر اسے نکالا تھا
اسی سے خانۂ تاریک میں اجالا تھا — قمر تھا یہ تو نظر اس قمر کا ہالا تھا

مجھے بھی دفن کرو اس کے ساتھ تربت میں
یہ کس طرح سے اکیلا رہے گا غربت میں

نظر

۵۲- انجامِ غم

دن رات کی یہ بے چینی ہے یہ آٹھ پہر کا رونا ہے
آثار برے ہیں فرقت میں معلوم نہیں کیا ہونا ہے

کیوں پست ہوئی ہے ہمتِ دل کیوں رُک رہی ہے مایوسی
کوشش تو ہم اپنی سی کریں، ہوگا تو وہی جو ہونا ہے
دنیا کے لیے ہنگامے تھے، خلق ایک طرف آپ ایک طرف
اب شہرِ خموشاں عالم ہو، مٹی ہے لحد کا کونا ہے

اکبر

۳۵۔ کسی لڑکے کا مدرسہ میں انتظار

(دیبھان ایک نہایت ہونہار لڑکا دس بارہ سال کی عمر چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا چیچک نکلی اور عین امتحان کے دن ملکِ بقا کو روانہ ہوا)

آ جلد پہنچ مدرسے لے دیبھان آج
تجھکو خبر نہیں ہے کہ ہے امتحان آج
ہیں آ گئے بیٹھے کب سے ترے ہم سبق یہاں
آنا بھی تھا سویرے کہ ہے روز امتحاں
اتنی تو دیر کرنے کی عادت نہ تھی تجھے
کچھ غیر حاضری سے محبت نہ تھی تجھے
تو سب سے پہلے، روز پہنچتا تھا مدرسے
کیوں گھر پہ آج رہ گیا کیا ہو گیا تجھے
کھولی نہیں ہے کیا ابھی خوابِ سحر سے آنکھ
سورج دکھا رہا ہے مری جاں دھر سے آنکھ
اُٹھ آنے والی رات پہ غفلت کو ٹال تو
اب مدرسے کا وقت ہے جزدان سنبھال تو

اے ویر بھان آج تو بے طور نیند ہے　　تجھکو عبث جگاتے ہیں یہ اور نیند ہے

افسوس تو تو اور ہی خواب گراں میں ہے　　ہے روح اس جہاں میں جسم اس جہاں میں ہے　　جلد ۲

چیچک نے آہ تجھکو پیامِ قضا دیا　　ہم کس طرح جگائیں اجل نے سلا دیا

گھڑیال کی صدا بھی نہ تجھکو جگا سکی

بانگِ طیور صبح نہ کچھ کام آ سکی

کیسی گھڑی میں آہ تجھے آئی سیتلا　　اے کاش کرتی رحم بھی کچھ مائی سیتلا

یوں ناشگفتہ غنچے کو کوئی توڑتا نہیں　　گلچینِ مرگ آہ، مگر چھوڑتا نہیں

ہے ہی عذاب موت کا ننھی سی جان پہ　　دیکھے سے جس کے پھٹتا ہے ماں باپ کا جگر

امید بھی ہے یاس کی زخم نہاں بھی ہیں　　مصروف چارہ سازی بھی ہیں نوحہ خواں بھی ہیں

تقدیر الٹ گئی کہ دوا میں اثر نہیں　　افسوس اب علاج کوئی کارگر نہیں

بیٹھی ہے موت تاک میں بچے پہ وار ہے　　اب کیا رہا کہ تیر کلیجے کے پار ہے

اب تک بھی ہے یہ وہم کہ روٹھا ہوا نہ ہو

شانہ ہلا رہے ہیں کہ سویا ہوا نہ ہو

پر بولنا محال ہے اب ویر بھان کا　　واقف نہیں رہا وہ ہمارے جہان کا

پڑھکر یہاں خموشیِ جاوید کا سبق　　ہے دیکھتا کتابِ بقا کا ورق ورق

جلد۴

ننھے سے دل میں آہ وہ طوفانِ ذوقِ علم | پہلو میں لے گیا ہی تو ارمانِ ذوقِ علم
وہ دلفزا اُمیدیں وہ بچپن کے ولولے | تیرے یہ غمگسار ترے ساتھ اُٹھ چلے
اے آہ بچپنے کی وہ معصوم حسرتیں | معدوم ہو گئیں تری موہوم حسرتیں

طے ہو گئیں وہ تیری خیالی ترقیاں
وہ عمر کے مدارجِ عالی ترقیاں

وہ بھولی بھالی شکل ہی آنکھوں کے روبرو | کمرے میں پھر رہی ہی وہ تصویر ہو بہو
اُبھرا ہوا وہ ماتھا وہ آنکھیں غزال سی | اور ان پہ ابروؤں کی سجاوٹ ہلال سی
آیا ہوا لبوں پہ تبسم ذرا ذرا | وہ توتلی زبان کا تکلم ذرا ذرا
بچپن کی شوخیاں وہ ادب سے رکی ہوئیں | ہر وقت وہ کتاب پہ آنکھیں جھکی ہوئیں
ہائے وہ تیری ظاہر و باطن کی خوبیاں | بچتے نہیں وہ ہوتی ہیں یہ جن کی خوبیاں

ہونا ہی تھا جدا کہ ہمیں تجھسے پیار تھا
مرنا ہی تھا تجھے کہ بہت ہونہار تھا

مرحوم

جلد ۴

۴۵- کلیجے کا داغ

زینہ نہ بامِ عرش کا اتنا بلند تھا
میری دعا کو بابِ اجابت ہی بند تھا
تیرِ اجل کو آہ نہ درماں پسند تھا
اچھا ہوا کسی سے نہ وہ دردمند تھا

دھڑکن گئی نہ دل کی نہ درد جگر گیا
بالیں سے ناامید تری چارہ گر گیا

وہ آہ تیری چاند سی صورت کدھر گئی
آنکھوں کا نور رُخ کی صباحت کدھر گئی
ہونٹوں کی لال لال وہ رنگت کدھر گئی
بچپن کی مسکرانے کی عادت کدھر گئی

ہونٹوں پہ اب ہنسی ہے نہ جنبش زبان کو
کیا جانے کیا ہوا مری ننھی سی جان کو

چہرے سے آہ یوں ہی صباحت اُڑی ہوئی
جیسے خزاں میں پھول سے نکہت اُڑی ہوئی
دل سرد جسم سے ہی حرارت اُڑی ہوئی
رُخ سے گلاب کی سی ہے رنگت اُڑی ہوئی

آنکھیں کنول سی ہیں وہ چہرہ ہے پھول سا
لوگو ہے آج کچھ مرا ننھا ملول سا

جلد۱۴

پنہاں اجل کا دستِ ستم آستیں میں ہے — مجھکو خبر نہ تھی کہ یہ ظالم کمیں میں ہے
آنکھوں میں نور ہے نہ صباحت جبیں میں ہے — قالب یہاں ہے روح بہشت بریں میں ہے

زانو پہ سو گیا مرے، سر رکھکے آہ تو
کھولے گا آنکھ کب مرے نورِ نگاہ تو

گو مجھ سے اب نگاہ نہیں آشنا تری — مجھکو مگر ہے آہ وہی مامتا تری
اگلی سی وہ اگرچہ نہیں ہے ادا تری — اس غم میں بھی شبیہ ہے تسکیں فزا تری

تو کوئی دم میں خاک کا پیوند ہی سہی
بوسے تو لے رہی ہوں میں لب بند ہی سہی

صبر و سکوں کا کر نہ سفینہ تباہ تو — ماں کا سمجھ کے توڑ دلِ دادخواہ تو
بے نور آنکھ ہے مری نورِ نگاہ تو — یعنی ہے مجھ غریب کا روزِ سیاہ تو

میں نے سمجھ کے خاک کا پتلا زمین کو
حافظ خدا ترا، تجھے سونپا زمین کو

ایذا سے جانِ زار جو کاہش طلب رہی — دن بھر پسر کی یاد میں میں مضطرب رہی
جب نصف شب گزر گئی اور نصف شب رہی — دل میں نہ آہ، طاقتِ رنج و تعب رہی

جلد۴

نیند آگئی تو طرفہ تماشا نظر پڑا
اک کنج پُر فضا لبِ دریا نظر پڑا

پچھلے پہر کا وقت تھا جاں بخش تھی ہوا
اور میرے ساتھ تھا مرا ننھا ٹہل رہا

صورت تھی پیاری پیاری وہ معصوم لڑا
اک پھول تھا گلاب کا گویا کھلا ہوا

پھولوں کی بو سے بادِ صبا عطر بیز تھی
سر پر شعاع نور کی اک جلوہ ریز تھی

چہرے پہ نور کی جو کرن تھی چمک رہی
تھی گورے گورے گالوں پہ سُرخی جھلک رہی

وقتِ خرام ناز کمر تھی لچک رہی
شبنم ادھر گلاب تھی رُخ پر چھڑک رہی

رُخ پر جو چاندنی نے اُجالا تھا کر دیا
مکھڑے کا اور حُسن دوبالا تھا کر دیا

کہتا تھا مسکرا کے مجھے یوں دکھا کے پھول
کس رنگ کے یہ گُل ہیں یہ ہیں کس ادا کے پھول

کلیاں گلاب کی ہیں یہ ہیں یہ موتیا کے پھول
دلکش عجب ہیں اس چمنِ دلکشا کے پھول

دنیا کی ہی ہوا انھیں چھو بھی نہیں گئی
اُڑ کر ہی ان کی غنچے سے بو بھی نہیں گئی

اس کنجِ دلنشیں کی ہے آب و ہوا پسند　　دنیا کی اب نہیں مجھے اماں ادا پسند
ہو جس کو خلد کا چمن دلکشا پسند　　کانٹوں کو دہر کے وہ کرے آہ کیا پسند

جلد ۴

دنیا سے آہ اب مجھے دلبستگی نہیں
میں شاد ہوں کہ مجھکو غمِ خستگی نہیں

میں جانتا ہوں ضبط کی عادت ہے کم تمھیں　　برسوں رلائیگا مرے مرنے کا غم تمھیں
ڈھارس بندھاؤ دل کو عبث ہے الم تمھیں　　رونا نہ اب مجھے مرے سر کی قسم تمھیں

اشکوں سے میرے غم میں نہ آنکھوں کو تر کرو
دنیا میں کچھ دنوں خوش و ناخوش بسر کرو

سرور جہاں آبادی

۵۵- آغاز و انجام

سب پھول تھے ایک ہی شجر کے　　گویا تھے چراغ سارے گھر کے
وہ ایک ہی جگہ پلے تھے　　اور حسن کے ساتھ بڑھ رہے تھے
کیا وقت وہ تھا جو سب بہم تھے　　عنقا الم و ملال و غم تھے

سب خوش تھے عجب دلوں کو کل تھی
ان کے دم سے چہل پہل تھی

ماں عاشقِ زار اور شیدا ہر شب یہ دستور تھا اُس کا
کس پیار سے سوتے میں وہ جھک کے بوسے لیتی تھی میٹھے میٹھے

جلد۲

رہتے تھے نظر کے سامنے سب پروانہ تھی سب یہ دن ہو یا شب
ہر چند وہ پھول بے کھلے تھے کیا کچھ نہیں ماں کے حوصلے تھے
قبروں میں ہیں ہائے اب وہ تنہا حائل ہیں پہاڑ اور دریا
اس پانی میں ایک کی ہے تربت جس کی ہے بہت سیاہ رنگت
ہے ایک کی خوابگاہ اے وا جنگل سنسان امرکہ کا

سنتا ہوں غریب کی لحد پر
ہے سایہ کیے ہوئے صنوبر

اس بحر میں ڈوبا اک اکیلا پانی جس کا ہے خوب نیلا
اس جا سوتا ہی تہ کے اندر جس جا سے نکالتے ہیں گوہر

آ بی تربت یہ اس کے اصلا
اب کوئی نہیں ہے رونے والا

اسپین میں ایک سو رہا ہے اس قبر پہ تاک رو رہا ہے
شمشیر زنی نہ بس رہی واں ندی اک خون کی بہی واں

رایت کو لیے تھا کس ہنر سے — باندھے مضبوط تھا کمر سے

دشمن کہیں چھین کر نہ لیجائیں

اُلٹی نہ اسے شکست دیجائیں

جلد۴

اک ان میں سے دفن اب وہاں ہے — نندی کا بڑا شجر جہاں ہے

ہلکے ہلکے ہوا کے جھونکے — ملکر شاخوں سے ٹہنیوں سے

برساتے ہیں پتیاں وہ اتنی — چادر بن جائے ایک لحد کی

جا کر وہ اٹھا لیا مری ہے — پھولوں کی جہاں بہار بھی ہے

گھر بھر میں وہی تو اک حسین تھی — پیاری صورت تھی نازنیں تھی

سوتے ہیں الگ الگ وہ دلیر

جس جا جنھیں لے گیا مقدر

وہ میٹھے سروں میں ان کا گانا — گا گا کے ہر اک کا دل لبھانا

ہر وقت ہنسی تھی قہقہے تھے — آپس میں مذاق چہچہے تھے

افسوس کہ اب وہی نہاں ہیں

اے موت بتا کہ سب کہاں ہیں

اے موت غضب کا سامنا تھا — ہوتا اندھیر ہائے کیسا

برباد یہ ساری زندگی تھی — مٹّی تھی خراب پھر وفا کی
ہوتا جو نہ حشر کا سہارا
ملنے کا طریق اور کیا تھا

(ترجمہ از انگریزی) — سید علی سجاد دہلوی

جنبہ ہ

۵۶۔ خوابِ راحت

پھول ہی پھول اس پہ برساؤ — آنکھ سے اشکِ خون نہ ٹپکاؤ
پھول ہی پھول اس پہ برساؤ — ذکرِ گور و کفن کا مت لاؤ
خوابِ راحت میں یہ تو سوتی ہے
نیند یہ کب نصیب ہوتی ہے

اعجاز

۵۷۔ صبر

ماں باپ منہ ہی دیکھتے تھے جن کا ہر گھڑی — قایم تھیں جن کے دم سے امیدیں بڑی بڑی
دامن پہ جن کے گرد بھی اُڑکر نہیں پڑی — ماری نہ جن کو خواب میں بھی پھول کی چھڑی

محروم تھے وہ گل بوئے رنگ حیات سے
اُن کو جلا کے خاک کیا اپنے ہاتھ سے

کہتے تھے لوگ دیکھ کے ماں باپ کا ملال | ان بیکسوں کی جان کا بچنا ہے اب محال
ہے کبریائی شان گزرتے ہی ماہ و سال | خود دل سے درد ہجر کا مٹتا گیا خیال

ہاں کچھ دنوں تو نوحہ و ماتم ہوا کیا
آخر کو رو کے بیٹھ گئے اور کیا کیا

چکبست

۵۰۔ ماں کو نزع میں بچّی کا دھیان

(یہ دونوں جگر دوز نظمیں خود جناب محروم کی اہلیہ آنجہانی کے انتقال پر ملال کی یادگار ہیں۔ وہ دنیا طول عمر ہا ان کی ننھی بچّی ہے جس کو ماں نے خرد سال چھوڑا)

چلی ہوں چھوڑ کے بے پر کو آشیانے میں | کسی کا کون ہے ہمدرد اس زمانے میں
قضا کو خاک ملیگا مرے مٹانے میں | نہیں ہے عذر مجھے تو جہاں سے جانے میں

جلد ۴

نہیں ملال کہ میرا مآل کیا ہوگا
یہ فکر ہے مری دنیا کا حال کیا ہوگا

جو میری گود سے دم بھر جدا نہ ہوتی تھی   جو میری آنکھ سے اوجھل ذرا نہ ہوتی تھی
میں اپنی بچی پہ کس دن خفا نہ ہوتی تھی   جو رات خواب میں بھی کچھ خفا نہ ہوتی تھی

ہے کون جو مری نازوں پلی کو پالے گا
کوئی تو خاک سے گوہر مرا اٹھالے گا

محروم

۹۵ - ننھی بچی ماں کی میت پر

جا گو اسے اٹھا لو سو کر اٹھی ہے ودیا   کیوں برخلافِ عادت رو کر اٹھی ہے ودیا
بے تاب اس طرح کیوں ہو کر اٹھی ہے ودیا   صبر و قرار شاید کھو کر اٹھی ہے ودیا

اُس کو بھی غائبانہ معلوم ہو گیا ہے
خوابِ عدم میں تم ہو یا بخت سو گیا ہے

نظروں سے آہ کیا کیا حسرت ٹپک رہی ہے   رہ رہ کے مُنہ ہمارا حیرت سے دیکھتی ہے
چہرے سے ہے نمایاں دل کی جو بیکلی ہے   تیری تلاش اس کو اے مہرِ مادری ہے

جلد ۴

وہ گود سے ہماری آخر مچل کے نکلی
جاتی ہے کس طرف کو گھٹنوں پہ چلکے نکلی

گھٹنوں پہ چلکے نکلی بستر کے پاس پہنچی — ننھے سے آ دل میں کچھ لیکے آس پہنچی
کیا مطمئن سنبھالے ہوش و حواس پہنچی — لیکن کچھ اس سے پہلے اے وائے یاس پہنچی
کس کو پکارتی ہے منہ سے کفن اُٹھا کر
منزل پہ ٹھنڈے ٹھنڈے پہنچی وہ لدلدا کر

جی بھر کے دیکھ لو منہ اپنی پیاری ماں کا — موقع نہیں ہے دنیا یہ ہوں کا اور ہاں کا
مطلب نہیں سمجھتی کیا تو مری فغاں کا — ٹوٹا ہے ہاتھ تجھ پر بیدادِ آسماں کا
اب مانگتی ہے دنیا یا غون غاں کی داد کس سے
کرتی ہے بھولے بھالے دل کو تو شاد کس سے

ان سرد چھاتیوں میں کیا شیر ڈھونڈتی ہے — پتھر میں موم کی تو تاثیر ڈھونڈتی ہے
اب شمع کشتہ میں کیا تنویر ڈھونڈتی ہے — کیسے شکار ہائے تقدیر ڈھونڈتی ہے
مُردے سے اپنی ماں کے یہ پیار کر رہی ہے
مجھ سخت جاں پہ یارب یہ کیا گزر رہی ہے

لو اُٹھ کے بیٹھو کہ وہ دیا سرہانے آئی ہے — تمہارے منہ سے وہ دامن اُٹھانے آئی ہے

ادائے طفلی کوئی تو دکھانے آئی ہے
کہ ہنستی آئی ہے تو کبھی منانے آئی ہے

وہ چل کے آئی ہے گھٹنوں پہ تھک گئی ہوگی
تھوڑے پیاسے پھر اس کو نیند آ گئی ہوگی

اٹھا بھی لو کہ بہت دیر اس نے رو دیا
بچاؤ بھیک کی امیدوار ہے رو دیا

رہینِ سختی صد انتظار ہے رو دیا
نہ چھوڑ جاؤ اسے شیر خوار ہے رو دیا

بچی تو ہی تھیں آج تک تو تیرے پینے سے
اب کے شیر ٹپکتا نہیں ہے سینے سے

محروم

۶۰ ـ بن ماں کی بچی

تھی اک پیاری اور ننھی منی سی بچی
بہت اپنے ماں باپ کی لاڈلی تھی

مگر اس کی قسمت کا لکھا بُرا تھا
کہ بچپن ہی میں ماں سے چھٹنا ہوا تھا

بہت رنج تھا اس کو چھٹنے کا ماں سے
اترتا نہ تھا نام ماں کا زباں سے

مگر باپ کرتا تھا یوں اس کی تسکین
کہ بیمار اماں تری ہو گئی تھیں

انھیں اک حکیم اپنے گھر لے گیا ہے
علاج اُن کا کوشش سے وہ کر رہا ہے

جلد۴

جب آرام ہو گا چلی آئیں گی وہ
بہت جلد پھر تم سے مل جائیں گی وہ

وہ بچی جو بالکل ابھی ناسمجھ تھی
بھلا اس کو اس بات کی کیا سمجھ تھی

سدا پوچھتی اپنے ابا سے رو کر
مری اماں آئیں گی کب اچھی ہو کر

نہیں بھیجتے ہیں حکیم ان کو اب تک
بتاؤ رہیں گی وہ گھر اُن کے کب تک

مجھے لے چلو وہ تو آتی نہیں ہیں
جہاں میری اماں ہیں جاؤں وہیں میں

تھا رونے سے اس کے پریشان گھر بھر
کہ اتنے میں اک دانا بی بی نے آ کر

کہا تم اگر میری اک بات مانو
اور اس کو نہ ہرگز خرافات جانو

تو رونا یہ لڑکی کا جاتا رہے گا
خدا خود بخود صبر بچی کو دے گا

اسے ماں کی تربت کی مٹی چٹاؤ
تو رونے کی پھر یہ نہیں آزماؤ

کہا سب نے یہ بھی بھلا کر کے دیکھو
کہ شاید اسی سے اُسے فائدہ ہو

بلا کر کہا اس کے ابا نے اس کو
چلو اپنی اماں کا گھر دیکھ آؤ

یہ سن کر خوشی سے نہ پھولی سمائی
اسی وقت وہ قبر پہ ماں کی آئی

وہاں جا کے سنسان ویران پایا
نظر اس کو گھر کا نشاں تک نہ آیا

جو دیکھا تو ہیں ڈھیر مٹی کے ہر جا
نہ اماں تھی واں اور نہ اماں کا گھر تھا

لگی کہنے ابا سے حیران ہو کر　　یہاں تو نہیں ہے بتا [illegible] کدھر

کہا باپ نے تم نہ حیران ہو اب　　[illegible] کیا بات ہے اب

گئی جب وہ اس میں تو اک قبر دیکھی　　[illegible] سہم سی گئی

کہا باپ نے رکھ کے ہاتھ اس پہ بیٹا

کہ اماں تری اس میں سوتی ہے بیٹا

سنا جب یہ لڑکی نے بے چین ہو کر　　لگی ڈھونڈنے اس میں دروازہ جا کر

ملا جب نہ رستہ تو بولی یہ رو کر　　مری اماں نکلیں [illegible]

کہا باپ نے پیاری اس میں نہ جانا　　جو کہنا ہے باہر سے کہہ کر سنانا

نہیں میری پیاری کوئی اس میں جاتا　　نہیں کوئی سوتوں کو بیٹی جگاتا

یہ سن کر وہ بے تاب اس طرح بولی

جگاتی ہوں میں دیکھو اماں کو اپنی

یہ کہہ کر پکاری اٹھو پیاری اماں　　مرے ساتھ گھر کو چلو پیاری اماں

یہ ہی کوٹھری کیسی سوتی ہو جس میں　　نہ دروازہ ہے اور نہ کھڑکی ہے اس میں

میں کیونکر بھلا اس میں آؤں بتاؤ　　تمہیں پیاری اماں مرے پاس آؤ

ذرا کوٹھری سے نکل آؤ باہر　　لگا لو گلے سے مجھے اپنے آ کر

ہو روٹھی تو من جاؤ اب پیاری اماں خطائیں مری بخشو سب پیاری اماں
ستاؤں گی میں اور نہ شوخی کروں گی کہو گی جو تم اب میں وہی کروں گی
میں مانوں گی کہنا تمہارا تم آؤ بس اب پیاری اماں نہ مجھکو رُلاؤ
مجھے عید کے کپڑے تم آ کے سی دو مرے سر کو دھوؤ مرے بال گوندھو
بہت دیر سے دیکھو میں یاں کھڑی ہوں مناتے مناتے تمھیں تھک گئی ہوں
میں گڑیوں سے بھی اب نہیں کھیلتی ہوں بہت روتی ہوں جب انھیں دیکھتی ہوں
جو تم ہوتیں گڑیوں کے کپڑے بناتیں کھلونے بہت اچھے اچھے منگاتیں

نہ آتی ہو باہر نہ کچھ بولتی ہو
کہو اتنی تم کیوں خفا ہو رہی ہو

کھڑا باپ تھا پاس خاموش اس کے مگر دل ہوا جاتا تھا غم سے ٹکڑے
پھر آخر کو اس طرح بیٹی سے بولا کہ کہنا تھا جو کہہ چکی ہو وہ بیٹیا
نہیں بولتیں تم سے اماں تمہاری چلو اب تمھیں لیچلوں گھر کو پیاری
بس اب اپنی اماں کو تم بھول جاؤ مرا کہنا مانو مرے ساتھ آؤ
وہ بولی کہ گھر کو نہ جاؤں گی ابا میں اماں کو اپنی مناؤنگی ابا
انھیں چھوڑ کر میں نہ جاؤں گی گھر کو وہ بولیں گی ابا ذرا دیر ٹھیرو

تھی امید بچی کو آنے کی ماں کے سر نہ تھی اس لیے وہ وہاں سے جب
وہ رو رو کے آخر کو مایوس ہو کے چلی آئی گھر سب نہ ابا کے اپنے
خدا بچے کا دکھ نہ ماں کو دکھائے نہ بچے ہی سے اس کی ماں کو چھڑائے
مبارک ہوں ماؤں کی گودوں کو بچے
سدا ماؤں کی گود اللہ رکھے

محمدی بیگم مرحومہ

۶۱- یسیر کا پیام ماں کے نام

ایک بچہ جس کی ماں کا ہو گیا تھا انتقال
میرے پاس آیا کہیں سے روتا روتا ایک دن

اور کہا رو کر کہ ماں کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں
کھانا تک کھایا نہیں ہے صاف گزرا ایک دن

چھوڑ کر بے کس خدا جانے کہاں رخصت ہوئی
ہے بہت مشکل مجھے بے ماں کے جینا ایک دن

تم سے مل جائے تو کہنا مجھ کو بھی لے جائے ساتھ
یا چلی آئے وہاں سے رہ کے دو یا ایک دن

کیسی بستی ہے وہ کیسے گھر ہیں کیسے لوگ ہیں
تو نے تو جا کر وہاں خط بھی نہ بھیجا ایک دن

پیار کرتی منھ دُھلاتی کپڑے پہناتی تھی روز
یوں پھٹے کرتے سے میں رہتا نہیں تھا ایک دن

کون چمکارے مجھے اور کون لے آغوش میں
خواب میں بھی تو نے حال آکر نہ پوچھا ایک دن

اپنے سینے سے کبھی اک دم نہ کرتی تھی جُدا
اب یہ تنہا بیکسی میں کیسے چھوڑا ایک دن

اب نہیں کرنے کا ضد، اب کچھ نہ مانگوں گا کبھی
خستہ حالی پہ مری آ رحم فرما ایک دن

اب نہیں رونے کا رونے سے خفا ہے تو اگر
اچھی امّاں گود میں لے لے مجھے آ ایک دن

تجھ کو بن میرے وہاں کٹتے ہیں کیسے روز و شب
مجھ کو بے تیرے یہاں ہے سو برس کا ایک دن

اے خدا ایسے یتیموں پہ تو اپنا فضل کر
یہ دعا کی اور اکبرؔ خوب رویا ایک دن

اکبر

۹۲ ۔ یتیم اور گورِ پدر

ننھے ننھے ہاتھ اپنے قبر پر رکھے ہوئے
پڑھ رہا تھا سورۂ الحمد میں با چشمِ تر

دفعتاً اُمڈا جو دل رو رو کے میں کہنے لگا
مجھ سے اے بابا خفا تم ہو گئے کیوں اس قدر

کیا سبب ہے کون سی مجبوریاں درپیش ہیں
اتنی رات آئی ہے اور اب تک نہیں چلتے ہو گھر

سو رہے ہیں اپنے اپنے آشیانوں میں پرند
زمزمے کرتے نہیں اس وقت مرغانِ سحر

ہر طرف سے یہ درندوں کی صدائیں ہولناک
یہ ڈراؤنی رات یہ قبریں یہ جنگل پُر خطر

ہائے یہ عالم کہ دنیا کر رہی ہے سائیں سائیں

اور اکیلا رو رہا ہوں میں تمہاری قبر پر

تم نے چھوڑا تھا کبھی تنہا مجھے ایسی جگہ

گود میں لے لو مجھے معلوم اب ہوتا ہے ڈر

آسماں پر ایک سناٹا سا ہے چھایا ہوا

ڈوبتے تاروں سے پیدا ہیں کچھ آثارِ سحر

میں ہوں اے بابا وہی پروردۂ آغوشِ ناز

لے کے سینے پر جسے سوتے تھے اپنے رات بھر

کیوں کفن میں منھ چھپایا میں وہی منحوس ہوں

دیکھتے تھے منھ مرا تم اُٹھ کے ہنگامِ سحر

منتوں پر منتیں تھیں میرے جینے کے لیے

تھیں دعاؤں پر دعائیں تا نہ لگ جائے نظر

منع کر دیتے تھے فوراً تم اشارے سے مجھے

غیر اُلفت سے بھی کوئی چیز دیتا تھا اگر

اب وہی ہم ہیں کہ مانگیں بھی تو مل سکتا نہیں

جلد۴

مر گئے تم جب سے ہے ہم پر حقارت کی نظر

خیر اے بابا ذرا یہ بات بھی رکھیے گا یاد

آج باتوں کا مری لیتے نہیں کچھ آپ اثر

روٹھ کر اُٹھا ہی تھا چلا کے میں روتا ہوا

قبر سے آواز آئی اے مرے نورِ نظر

میں فدا تجھ پر ارے یہ کیا غضب تو نے کیا

ایسے ویرانے میں آتا ہے کوئی جانِ پدر

اے مرے نازوں کے پالے میں عجب عالم میں ہوں

گود میں لے کر تجھے کس طرح سے پہنچاؤں گھر

آہ اے معصوم بچے کیا کروں مجبور ہوں

تیری ان باتوں سے ٹکڑے ہو گئے قلب و جگر

ہائے ظالم موت تو نے کیا ستم مجھ پر کیا

میرے بچے ہو گئے یوں تیرے ہاتھوں دربدر

جلد ۴

تو یہاں آیا کسی نے تجھ کو روکا بھی نہیں
میرے مرتے ہی ہوئے لیسے اعزہ بے خبر
قوم بھی تیری خبر گیری نہیں کرتی ہے کیا
میری جاں ہوتی ہی کیا اب فقر و فاقہ میں بسر
ہائے دنیا سے میں کیا کیا حسرتیں لیکر اُٹھا
تیرا سہرا بھی نہ دیکھا میں نے اے لختِ جگر
سخت مجبوری ہی بیٹا ہم کہاں اور تم کہاں
گھر سدھارو گھر سدھارو وقت ہے یہ پُر خطر
میں بھی زندہ ہوں خدا تجھ کو اگر زندہ رکھے
شادرہ تو اے مرے نخلِ تمنا کے ثمر
جا مری جاں جا بس اتنا روح کو صدمہ نہ دے
پھر کبھی آنا مگر تنہا نہ آنا اے پسر
یاد رکھ میری وصیت اے نہالِ آرزو
قوم کی حلقہ بگوشی میں بسر کر عمر بھر

ہے تری وابستگی ان سے مرا قومی شرف
چھوڑنا دامن نہ ان کا وہ چھڑائیں بھی اگر

جتنی باتیں میں نے اعجازِ محبت سے کہیں
قوم سے کہنا مری جانب سے اے نورِ نظر

ہو عزیز نکتہ پرور کی زبانی یہ پیام
وہ بہت روتا ہے خلوت میں تمہارے حال پر

سب کو پڑھ کر تم سنا دینا مرا یہ خطِ شوق
مجتمع ہو قوم جس جلسے میں اے جانِ پدر

السلام اے ساکنانِ بزمِ ہستی السلام
اس جگہ ہم ہیں کہ تم سے کر نہیں سکتے کلام

ہو مبارک تم کو اس دنیا کا منظر دیکھنا
جب کبھی فرصت ملے ہم کو بھی مڑ کر دیکھنا

ساز و برگِ عالمِ ہستی وہی ہے یا نہیں
یہ بتاؤ یاد کرتے ہو ہمیں بھی یا نہیں

آہ وہ لختِ جگر وہ تازہ نخلِ مدعا
جلد۱۴ چھٹ گیا ہے جب سے اور میں ہو گیا اس سے جدا
اب یہ ہدیہ آرزوئے نیکنامی میں دیا
اپنا فرزند آپ کو میں نے غلامی میں دیا
میرے رشتہ سے بھتیجا ہے مگر سمجھو غلام
اس سے زائد کچھ نہیں کہنا ہی مجھکو والسلام

عزیز

۶۳- مرحومہ کی یاد

(ترجمہ از آنریبل میلوڈیز مصنفہ ٹامس مور)

رات کے پچھلے پہر روتی ہیں جب چشم نجوم
الفتِ دیرینہ کی وادی میں اُڑ جاتا ہوں میں

اور اس وادی میں مرحومہ جو یاد آتی ہو تم
محو ہو جاتا ہوں کچھ ایسا مزا پاتا ہوں میں

وہ مکاں وہ قصر وہ تم وہ تمہاری حسرتیں
وہ گلے وہ عذر وہ گذری ہوئی دلچسپیاں

دیر تک کرتا ہوں میں یاد آہ اُن ایام کو
ہائے وہ راتیں کہاں وہ دن کہاں وہ تم کہاں

اس سکوت اس محویت میں پھر یہ آتا ہے خیال
روحیں منڈلاتی ہیں گرا وجِ فضا کے نور تک

اور جھپٹ کے آتی ہیں اس خاکدانِ عشق میں | تاکہ دیرینہ علایق دیکھ لیں پھر اک نظر
جلد ۲

ق

شاید آجائے تمہاری رُوح بھی اور یہ کہے | کیا بتاؤں جنت الماوی میں میں کیسی ہی
اس جدائی میں رہا میرا تمہارا ایک حال | تم یہاں روتے رہے اور میں وہاں روتی رہی
پھر سرایا شوق ہو کر وہ غزل گاتا ہوں میں | تم جو تنہائی میں چپکے چپکے گاتی تھیں کبھی
گونج کر جب نغمہ ٹکراتا ہی تو کہتا ہوں میں | یہ تمہاری رُوح مضطر آتی ہے گاتی ہوئی
یہ لب و لہجہ وہی ہی یہ سُریلا پن وہی | لیکن اب اس میں تو کچھ کچھ ضعف کا انداز ہے

اور پھر کچھ سوچ کر پہچان کر کہتا ہوں میں
یہ وہی آواز ہی ۔ بیشک وہی آواز ہی

نادرؔ کاکوروی

۶۴۔ سوزِ دل

پھر دلِ سوختہ مصروفِ فغاں ہوتا ہی | ذکرِ سوزِ غم و اندوہ نہاں ہوتا ہے
کچھ خبر ہی تجھے شمشان کو جانے والے | سوزِ فرقت سے بُرا حال یہاں ہوتا ہے
خالقِ پاک تری روح کو ٹھنڈا رکھے | محوِ فریاد ترا سوختہ جاں ہوتا ہے

جلد۴

صبحدم یاد مجھے تیری "جیا" آتی ہے
شعلۂ سرخ جو مشرق میں عیاں ہوتا ہے

اور ہر شام تری رونقِ طلعت کے بغیر
غمکدے میں مرے وحشت کا سماں ہوتا ہے

مری آہوں سے بوئے داغِ جگر آتی ہے
لختِ دل ساتھ لیے اشک رواں ہوتا ہے

اب مرے واسطے ہے گلشنِ عالم گلخن
ہر گلِ تر پہ شرارے کا گماں ہوتا ہے

آنچ سے آتشِ ہجراں کی ہوئی وہ صورت
جیسے تفسیدہ کوئی برگِ خزاں ہوتا ہے

پھیل جاتی ہے سرِ شام جو دھندلاہٹ سی
یہ نہیں - وہ مری آہوں کا دھواں ہوتا ہے

یہ نہیں رنگِ شفق اوج فلک پر جا کر
نفسِ گرم مرا شعلہ فشاں ہوتا ہے

آستیں میں ہے نہ دامن میں لگی ہے دل میں
عزم کس سمت کا اے اشکِ رواں ہوتا ہے

تپشِ داغ سے آتی ہیں یہی کام آہیں
آگ پر جو اثرِ بادِ وزاں ہوتا ہے

تھا جلانا تو مجھے شمع بنایا ہوتا
یا وہ پروانہ جو محفل میں تپاں ہوتا ہے

مجرمِ دہر میں کیا خوب ہے مقسوم سپند
یہ سلگنے کا عذاب اس کو کہاں ہوتا ہے

آج محروم نکالے ہیں بہت گرم اشعار
دلِ جلوں کا یہی اندازِ بیاں ہوتا ہے

محروم

۶۵۔ تسکینِ قلب

جلد ۴

مرے چاہنے والے کیوں رو رہے ہیں — یہ جان اپنی کس واسطے کھو رہے ہیں؟
میں مُردہ نہیں ہوں ٹھکانے سے جی ہے — کہوں کیا مرے دل کو کیسی خوشی ہے
نہ روئیں۔ نہ روئیں! ابھی خشک ہوں گے — جو قطرے ہیں رخسار پر آنسوؤں کے
میرا حال سُن کر اُنھیں غم نہ ہوگا — وہ رنج و تعب اور وہ ماتم نہ ہوگا
بر آئی ہے مرنے پہ میری تمنّا — وہاں پہونچا ملنے کا وعدہ جہاں تھا
خدا نے نصیبوں سے یہ دن دکھائے — ثمر خشک شاخوں میں اب جا کے آئے
یہاں تاج تاروں کا ہے میرے سر پر — کہاں جا کے چمکا ہے میرا مقدر
ٹہلتا ہوں ہر وقت خُلدِ بریں میں — محبّت کا معدن ہے جس سرزمیں میں

میری چاہنے والے ہرگز نہ روئیں
غمِ ہجر میں جان اپنی نہ کھوئیں
مرے واسطے رنج اُٹھانے سے حاصل؟
یہ رونے سے، آنسو بہانے سے حاصل

وہاں میرے رہنے کی تھی کون صورت؟ — جہاں تھی مروّت۔ محبت نہ اُلفت

جلد۴

گناہوں کا اور موت کا تھا جو مسکن — جہاں ایک صورت میں تھی دوست دشمن
جہاں ابر غم تھا۔ اندھیرا بہت تھا — جہاں جان جانے کا کھٹکا بہت تھا
یہاں کی مگر زندگی۔ زندگی ہے — سراپا مسرّت۔ مجسّم خوشی ہے
یہاں ناز کرتے ہیں مجھ پر فرشتے — اُٹھے ہر طرف سے اُن آنکھوں کے پردے
مکان ہے میرا جلوہ گاہِ محبّت — میسّر ہے ہر دم کسی کی زیارت
یہ اس مُصحفِ رُخ میں لکھّا ہوا ہے — خوشی میں بقا ہے تو بعد فنا ہے
جو پہونچا جہاں تک یہ اُس کی عنایت — خوشا میری قسمت۔ خوشا میری قسمت

مرے چاہنے والے ہرگز نہ روئیں
غمِ ہجر میں جان اپنی نہ کھوئیں
مرے واسطے رنج اُٹھانے سے حاصل؟
یہ رونے سے آنسو بہانے سے حاصل

سیّد علی سجاد

۶۶۔ نوحۂ برادر

وہ برادر کہ مرا یوسفِ کنعانی تھا — وہ کہ مجموعۂ ہر خوبی انسانی تھا

جلد۲

وہ نہ گھر بھر کے لیے رحمتِ یزدانی تھا   قوتِ دست و دلِ شبلیٔ نعمانی تھا
جوش اُسی کا تھا جو میرے سرِ پُرشور میں تھا
بل اُسی کا یہ میرے خامۂ پُر زور میں تھا

ہم سے بیکاروں میں اک قوت عامل تھا وہی   یا یہ عزتِ اجداد کا حامل تھا وہی
مسندِ والدِ مرحوم کے قابل تھا وہی   یوں تو سب اور بھی اعضا ہیں مگر دل تھا وہی
اب وہ مجموعۂ اخلاق کہاں سے لاؤں
ہائے افسوس میں اسحٰق کہاں سے لاؤں

جب کیا والدِ مرحوم نے دنیا سے سفر   گھر کا گھر تھا ہدفِ ناوکِ صد گونہ خطر
بن گیا آپ اکیلا وہ ہر آفت کی سپر   تیر جو آئے، گیا آپ وہ اُن کی زد پر
خود گرفتار رہا تا کہ میں آزاد رہوں
اس نے غم اس لیے کھائے تھے کہ میں شاد رہوں

اس کو شہرت طلبی سے کبھی کچھ کام نہ تھا   وہ گرفتارِ کمندِ ہوسِ خام نہ تھا
اس کی ہر بات میں اک لطف تھا ابرام نہ تھا   وہ کبھی مدعیٔ رہبریٔ عام نہ تھا
اُس کو مطلوب کبھی گرمیٔ بازار نہ تھی
اس کی جو بات تھی کردار تھی گفتار نہ تھی

اسکے اخلاق کھٹک جاتے ہیں دل میں ہر بار — وہ شکر ریز تبسم وہ ادا ہائے وقار

وہ وفا کیشی احباب وہ مردانہ شعار — وہ دل آویزیِ خو، وہ نگہ الفت بار

صحبت رنج بھی اک لطف سے کٹ جاتی تھی

اس کی ابرو پہ شکن آکے پلٹ جاتی تھی

آہ اے مرگ کسی شے کی نہیں تجھکو تمیز — تیری نظروں میں یکساں ہیں گہر اور شیز

ہیں لے مانا تری نزدیک تھا وہ کوئی چیز — رحم کرنا تھا کہ چھوڑے ہیں کئی اس نے عزیز

لاڈلے ہیں کہ کسی اور کے بس کے بھی نہیں

اسکے بچے ابھی سات آٹھ برس کے بھی نہیں

اے خدا شبلی دل خستہ باین موئے سفید — لیکے آیا ہے تری درگہ عالی میں امید

مرنے والے کو نجاتِ ابدی کی ہو نوید — خوش و خرم رہے چھوٹا مرا بھائی یہ نبید

کیا لکھوں قصۂ غم تاب رقم بھی تو نہیں

اب مرے خامہ پہ زور میں دم بھی تو نہیں

شبلی

جلدم

۶۷۔ نوحۂ وفات نادرؔ شاعر

مرگ نادرؔ کی خبر کاش نہ آئی ہوتی | باعثِ گریہ نہ پوچھو نہ سنائی ہوتی
اے فلک اور بھی نادرؔ کو تو جینے دیتا | کون سی اس میں بھلا تیری برائی ہوتی
اک چہکتی ہوئی بلبل کا گلا کیوں گھونٹا | ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی
کیا اندھیر ہے او بادِ فنا کے جھونکو | آہ یہ شمع تو تم نے نہ بجھائی ہوتی
ندرت آمیز یہ تصویرِ تخیل افسوس | دستِ بیدادِ اجل نے نہ مٹائی ہوتی
ہند میں آج تھا تو موجدِ نو طرز سخن | کوئی دن اور تری تازہ نوائی ہوتی
تیرے جذباتِ مصفّا تھے جواہر نادرؔ | کوئی دن اور بھی دولت یہ لٹائی ہوتی

ابھی تازہ تھا غمِ رحلتِ آزادؔ و سرورؔ
تیرے سر میں تو سفر کی نہ سمائی ہوتی

گلشن ہند کی رونق تھا ترانہ تیرا | کون سے کنج میں اب ہوگا ٹھکانا تیرا
ساغرِ نو میں مئے کہنۂ سرمد کی جھلک | برقی شعلوں میں وہی سوز پرانا تیرا
دیر تک تجھکو نہ بھولیں گے زمانے والے | گو بسر ہوگیا یوں جلد زمانہ تیرا

جلد ۴

چھیڑے گا پیرِ مغاں جب کہ فسانہ تیرا
رو دیں گے خم کدۂ شعر میں آنے والے

بوئے گُل بن کے دیوارِ گلستاں نکلی
بس یہی گلشنِ امکاں سے ہی جانا تیرا

محروم

۶۸- نوحۂ دوست

اشکِ حسرت ترے مدفن پہ بہانے آیا
تو نے جو داغ دیا تجھکو دکھانے آیا

مرض الموت میں بھیجا تھا جسے عید کا کارڈ
وہ ترے بسترِ خاکی کے سرہانے آیا

جس کی شعروں کو بہت شوق سے تو سنتا تھا
آج وہ تجھکو ترا نوحہ سُنانے آیا

رات اندھیری ہی طبیعت نہ پریشان ہو تری
شعلۂ آہ کی اک شمع جلانے آیا

چھوڑ احباب کو سوتا ہے پڑا چین سے تو
نعرۂ درد سے میں تجھکو جگانے آیا

ہائے جس کے لیے صد دولتِ بیدار تھا تو
وہ پدر خود تجھے مرقد میں سلانے آیا

جیتے جی پھول سی تھی تجھکو بہت کچھ نسبت
میں ترے ڈھیر پہ بھی پھول چڑھانے آیا

نیرنگ

جلد۲

۶۹- دردِ دل

کوئی دنیا میں نہیں ہے رمز دانِ دردِ دل — کہئے میں کس کو سناؤں داستانِ دردِ دل
آہ پیہم سے ہے ظاہر حالتِ سوزِ جگر — دیدۂ تر ہے ہمارا ترجمانِ دردِ دل
ماسوائے مرگ اس کا اور کچھ درماں نہیں — عارضہ ہے کون سا ہم آہنگِ شانِ دردِ دل
اس کے صدقہ میں ہو گر زیست سے ہم کو نجات — ہم خوشی سے ہوں گے اس دم مدح خوانِ دردِ دل
جب ملیں فردوس میں تجھ کو عزیزِ رفتگاں — قلبِ محزوں پیش کر ارمغانِ دردِ دل

خاطرِ احباب پژمردہ نہ ہو جائے کہیں
ختم کرنا شاد اب آہ و فغانِ دردِ دل

عزیزہ خاتون

۷۰- گریہ

بھاتا ہے مجھ کو رونا ابرِ بہار تیرا — ہے موتیوں کی مالا اشکوں کا ہار تیرا
معشوق ہو کہ عاشق دونوں میں پیار تیرا — بلبل کو اور گل کو ہے انتظار تیرا

برسات نے ملائے یہ خوب یار دونوں
آ مل کے روئیں ہم تم ابرِ بہار دونوں

سینے میں دل ہے میرے اور برق تجھ میں پنہاں
دونوں میں اک تڑپ ہے بیتاب دونوں یکساں

دونوں مچل مچل کر کرتے ہیں ہمکو حیراں
شوریدہ سر ہیں دونوں دونوں ہیں خانہ ویراں

وہ دیکھ کس طرح ہیں اب بیقرار دونو
آ مل کے روئیں ہم تم ابر بہار دونو

کرتے ہیں ابر نیساں اب ملکے اشکباری
دیکھیں کہ رنگ لائے کیا اپنی آہ و زاری

کچھ کر دکھائیں ہم بھی مرضی ہو گر تمہاری
ہو جائیگی یہ دنیا اک پل میں غرق ساری

جی بھر کے روئیں گے جب زار و قطار دونو
آ مل کے روئیں ہم تم ابر بہار دونو

دریا کا ہو کنارا اور چل رہی ہوا ہو
بجلی تڑپ رہی ہو چھائی ہوئی گھٹا ہو

اک دم فراغ بر ہم صبر و قرار کا ہو
قلب و جگر کو تھامے محروم بھی کھڑا ہو

ہو جائیں دل ہی دل میں بے اختیار دونو
اس وقت مل کے روئیں ابر بہار دونو

محروم

جلد ۴

اے بچّہ کی قبر

بیخبر ماں تجھکو اس بچے کی بھی ہے کچھ خبر
گود میں تیرے ہمکتا تھا جو کل تک بار بار

گوری گوری اسکی وہ رنگت وہ مکھڑا چاند سا
اور وہ صورت اسکی جس پہ رات دن تھی تو نثار

کل بلائیں لیتی تھی تو دیکھکر انداز خواب
آج کیوں آتا نہیں سونے پہ اسکے تجھکو پیار

اُف وہ دہشتناک جنگل اور اندھیاری وہ رات
آہ وہ معصوم بچّہ اور وہ کنجِ مزار

لے خبر لے دیکھ ڈر جائے نہ وہ بچہ کہیں
کیا اسے آغوش میں لینا ہے تجھکو ننگ و عار

کیا ہوئی وہ تیری اُلفت کیا ہوئی وہ مامتا
کیوں نہیں اسکے لیے دل آج تیرا بیقرار

اپنے سینہ سے لگا کر تو سُلاتی تھی جسے
آج وہ ہے اور ایک کنجِ لحد تاریک و تار

آج بیٹھے ہیں اسی میں چند کیڑے قبر کے
جس گلے میں تو نے پہنائے تھے تعویذوں کے ہار

ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے اٹا سب خاک میں
ہائے وہ پیکر جو کل تک تھا ترے زیبِ کنار

جب تری آواز سنتا تھا مچل جاتا تھا وہ
آج وہ ہے اور خموشی چاہیے لاکھ اُس کو پکار

اک اشارے ہی کسی کے ہوگئی ہے آج بند
اس کی وہ آواز جو تھی رو کشِ صوتِ ہزار

جس کو پہنایا تھا تو نے جامۂ گل در گل
آج اس کے تن پہ کیڑوں نے کیے نقش و نگار

زندگی میں تو ہر اک عیب و ہنر پر تھی نظر
دیکھ لے یہ حال بھی جا کر بچشمِ اعتبار

عزیز لکھنوی

۷۲۔ مزارِ دوست

قبر پر لحد پر جھکر دوست سے میں نے کہا
ہم گریباں چاک ماتم میں ترے دل دار ہیں

شاد ہی کچھ تو بھی زیرِ خاک اے نازک بدن
شمع روشن ہے گلوں کی قبر پر انبار ہیں

کیا ہوا مرنیکے بعد اے راہیِ ملکِ عدم
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں

منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے
راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں

جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگیں ادا
کس طرح کا قصر ہے کیسے درو دیوار ہیں

اہلِ صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے
خوش بیاں خوش وضع یا کج فہم بد گفتار ہیں

بات کرنے کی صدا اصلا کبھی آتی نہیں
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں

قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں

بھول کیسے باغ کیا عقل تیری ہے کہاں
کنجِ تنہائی ہے اور افعی گلے کے ہار ہیں

گر تمہیں وہ پیکرِ نازک ہمارا یاد ہو
آج خاکِ قبر سے اس پر منوں کے بار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں لے گھر کو جا
دل میں آزردہ نہو نا کیا کریں لاچار ہیں

جلد ۴

ع

۳۷۔ مزار

دنیا کا طریقہ ہی کہ جب مرتا ہی انساں — رو دھو کے غرض کرتی ہیں تکفین کا ساماں
لیجاتے ہیں سب ملکے سوئے شہر خموشاں — ہاتھوں سے تہِ خاک اسے کرتی ہیں نہاں
مٹی کا لگا دیتے ہیں انبار گراں ایک
کہتے ہیں موئے آدمی کا ہی یہ نشاں ایک

کرتا ہی اگر تنگ بہت ہی دل مضطر — بیساختہ تربت سے لپٹ جاتے ہیں جا کر
دو پھول چڑھا دیتے ہیں دکس کی لحد پر — کرتے ہیں خطاب اس سے کبھی رو رو کی دن بھر
فی الجملہ حرارت تو نکل جاتی ہی دل کی
گو کچھ نہ ہو، ہوتی ہے مگر پھر بھی تسلّی

۱ مجلد

جلد۲

۴۷- ملکۂ نورجہاں کا مزار

ہاں اے لبِ راوی بتا کچھ رفتگاں کا ماجرا
کل تجھ پہ جن کا راج تھا، انجام ان کا کیا ہوا

ہے اب کہاں نورِ جہاں، حُورِ جناں عصمت کی جاں
وہ بُلبلِ شیریں زباں وہ قمریِ ہندوستاں

تیرے کنارے ہے پڑا اُلّو کا ساجس کا آشیاں عبرت فشاں عزّت نشاں

شوکت تھی جس کی پاسباں، چاکر سے تھے جاہ و حشم
تھی بحر و بر کی سب سپہ حاضر لیے تیغِ دو دم

خیل و حشم ناز و نعم رخت و خیم طبل و علم
افسوس رکھے رہ گئے خود چل بسے سوئے عدم

عالم میں ہے کس کو بقا، نامِ بقا کس نے لیا، قصرِ فنا ہے آسماں

آئی کہاں سے موت تو ایوانِ شاہی میں بھلا
کیا پاسباں حاضر نہ تھے جو روکتے تیرا گزر

ہاں پرتری پرواز کا آیا نہیں اِن کو نظر
یوں کھینچ کر لے جاتی ہے انساں سے اُسکی روح کو

اُڑجاتی ہے جیسے مگس گل سے عسل کو سینچ کر
یا ہنس ہو جیسے ہوا ڈنٹھل سے ریشہ کھینچ کر

رہتا ہے باقی برزمیں افسردہ گل بے انگبیں، بیجان جسم ناتواں
تضحیکِ چرخِ پُر جفا دیکھو عیاں ہے برملا
ہے جس جگہ وہ مہ لقا جالا ہے مکڑی نے تنا

تاسائیاں کا کام دے بیگم کے شاہی تاج پر
دو چار باقی بیڑ ہیں یا ٹہنیوں کے ڈھیر ہیں

یا چر رہی ہیں بکریاں یا بوم کا ہے آشیاں
شاہی شکوہ و عز و شاں اُڑجاتے ہیں شبنم صفت
باقی نہیں رہتا نشاں

دنیا نے گو چھوڑا مگر خدمت میں ہے نیّر ابھی
دیتی ہے پہرا رات بھر تربت پہ اس کے چاندنی

وہ بیگم زہرہ جبیں مرقد سے باہر آن کر
اور لے کے مشعل ماہ کی جاتی ہی جانب شاہ کی

جلد ۴

حالت نہ پوچھو راہ کی آنسو نکلتے جاتے ہیں
اور پھول کھلتے جاتے ہیں جب بچھڑے ملتے جاتے ہیں
ہوتا غضب کا ہی سماں

اور جب اندھیری رات ہو تربت ہی اسکی بھاتی ہی
شبنم کہیں آجاتی ہے موتی کا سہرا لاتی ہی
دیتا ہے جگنو ٹمٹما گور غریباں پر دیا
شاخیں بڑھا کر ہاتھ کو پڑھتی ہیں گویا فاتحہ
پتے سنک رہ جاتے ہیں آتی ہی جب ٹھنڈی ہوا
حیرت کا بھی دھڑکے ہی دل ہاں دیکھکر ایسا سماں

عبرت نگاہی چاہیئے انجام ہی یہ بے گماں
گو اس میں ہو شاہ جہاں یا بادشاہِ این و آں
ہوتا ہی تربت میں نہاں

دل

۵۴۔ ملکۂ نورجہاں کا مزار

دن کو بھی یہاں شب کی سیاہی کا سماں ہے کہتے ہیں یہ آرام گہِ نورجہاں ہے

مدت ہوئی وہ شمع تہِ خاک نہاں ہے اٹھتا مگر اب تک سرِ مرقد سے دھواں ہے

جلووں سے عیاں جن کے ہوا طور کا عالم

تربت پہ ہے ان کی شبِ دیجور کا عالم

اے حسنِ جہاں سوز کہاں ہیں وہ شرارے کس باغ کے گل ہو گئے کس عرش کے تارے

کیا بن گئے اب کرمکِ شب تاب وہ سارے ہر شام چمکتے ہیں جو راوی کے کنارے

یا ہو گئے وہ داغ جہانگیر کے دل کے

قابل ہی تو تھے عاشقِ دلگیر کے دل کے

تجھ سی ملکہ کے لیے یہ بارہ دری ہے غالیچہ سرِ فرش ہے کوئی نہ دری ہے

کیا عالمِ بیچارگی اے تاجوری ہے دن کو یہیں بسرام یہیں شب بسری ہے

ایسی کسی جوگن کی بھی کٹیا نہیں ہوتی

ہوتی ہے مگر یوں سرِ صحرا نہیں ہوتی

تعویذِ لحد ہے زبر و زیر یہ اندھیر یہ دورِ زمانہ کے الٹ پھیر یہ اندھیر

جلد ۲

آنگن میں پڑے گرد کے ہیں ڈھیر یہ اندھیر
اے گردشِ ایام یہ اندھیر یہ اندھیر
ماہِ فلکِ حُسن کو یہ برج ملا ہے
اے چرخ تری ہیچ نوازی کا گلا ہے

حسرت ہی ٹپکتی در و دیوار سے کیا کیا
ہوتا ہے اثر دل پہ ان آثار سے کیا کیا
نالے ہیں نکلتے دلِ افگار سے کیا کیا
اُٹھتے ہیں شرر آہِ شرر بار سے کیا کیا
یہ عالمِ تنہائی یہ دریا کا کنارہ
ہے تجھ سی حسینہ کے لیے ہُو کا نظارہ

چوپائے جو گھبراتے ہیں گرمی سے تو اکثر
آرام لیا کرتے ہیں اس روضہ میں آکر
اور شام کو بالائی سیہ خانوں سے شبپر
اُڑ اُڑ کے لگاتے ہیں در و بام پہ چکر
معمور ہے یوں محفلِ جانانہ کسی کی
آباد ہے گورِ غریبانہ کسی کی

آراستہ جن کے لیے گلزار چمن تھے
جو نازکی میں داغ دہ برگِ سمن تھے
جو گلِ رُخ و گل پیرہن و غنچہ دہن تھے
شاداب گلِ تر سے کہیں جن کے بدن تھے
پژمردہ وہ گل دبے ہوئے خاک کے نیچے
خوابیدہ ہیں خار و خس و خاشاک کے نیچے

رہنے کے لیے دیدہ و دل جنکے مکاں تھے
جو پیکرِ ہستی کے لیے روح رواں تھے
محبوبِ دلِ خلق تھی جاں بخش جہاں تھے
تھے یوسفِ ثانی کہ مسیحائے زماں تھے

جو کچھ تھے کبھی تھے مگر اب کچھ بھی نہیں ہیں
ٹوٹے ہوئے پنجر سے پڑے زیرِ زمیں ہیں

دنیا کا یہ انجام ہے دیکھ لے دلِ ناداں
ہاں بھول نہ جائے تجھے یہ مدفنِ ویراں
باقی ہیں نہ وہ باغ نہ وہ قصر نہ ایواں
آرام کے اسباب نہ وہ عیش کے ساماں

ٹوٹا ہوا اک ساحلِ راوی پہ مکاں ہے
دن کو بھی جہاں شب کی سیاہی کا سماں ہے

محروم

۷۶۔ مقبرۂ نور جہاں

کیا اسی بیگم کا ہے یہ خوار خستہ مقبرہ
برسوں ڈنکا جس کا ملکِ ہند میں بجتا رہا

جس کی صورت جلوۂ فردوس کی تصویر تھی
جس کی رنگینی بہارِ خطۂ کشمیر تھی

جس کی رنگین بزمِ رشکِ روضۂ فردوس تھی
جلد۴ بیکسی سے اس کے روضہ کی ہے کیا صورت بنی

ظالموں نے قبر کا تعویذ تک چھوڑا نہیں
کونسا گوشہ ہے تربت کا کہ جو توڑا نہیں

بذلہ سنجی سے مجلل ہوتی تھی جس کے گھڑی
حیف وہ خاموش آغوشِ لحد میں ہے پڑی

قصر میں جس کے تھا بچھتا فرشِ دیبا و حریر
آہ فرشِ خاک پر سوتی ہے وہ ماہ منیر

بجتے ہیں نازنینوں کے جو کرتی تھی بسر
آہ اس کی قبر پر اب بیکسی ہے نوحہ گر

سیج پر پھولوں کے سوتی تھی کبھی جو نازنیں
پھول دو سوکھے بھی اس کی قبر پر چڑھتے نہیں

جس کی پابوسی کی کرتے آرزو گلہائے تر
خشک کانٹوں کا پڑا ہے ڈھیر اس کی قبر پر

قصر میں جلتی تھیں جس کے شمعہائے عنبریں
حیف روشن اک دیا بھی قبر پر اس کے نہیں

جلد ۴

تا ہو روشن ہر جہاں میں آہ جس کا سربسر
نام کو بھی روشنی آئی نہ اس کے قبر پر
گرد یئے جس نے بہت سے صاحب طبل و نشاں
اس شکستہ مقبرہ میں وہ پڑی ہے بے نشاں
جس نے صدہا خلعتِ دیبا و اطلس دیدیئے
حیف ترسے اس کی تربت ایک چادر کے لیے
گرنا در قدیر نشاں لوح بھی پیدا نہیں
نقش نام نیک لوحِ دل سے مٹ سکتا نہیں
گر نہیں ہے گور پر اس کے دیا تو کیا ہوا
ہے جہاں میں نور اس کے نام کا پھیلا ہوا
نیک ناموں کے نشاں باقی رہیں گے حشر تک
کیا ہوا گر دشِ گردوں نے مٹا دی قبر تک

حسرت

۷۷۔ گورِ غریباں

بند ۴

ہم نے دیکھا جب پڑی گورِ غریباں پر نظر ۔ فرشِ گل کے سونے والے سو رہے ہیں خاک پر
مونس و غمخوار جتنے تھے کنارہ کر گئے ۔ آج کوئی نوحہ گر ان کا نہیں آتا نظر
فاتحہ کو بھی نہ آئے قبر تک وہ آشنا ۔ زندگی میں جو کہ رہتے تھے بہم شیر و شکر
مال و زر یوں ہی پڑا رہ جائیگا سب یہیں ۔ کام آئے گا وہی رکھا ہے جو زادِ سفر

ایک دن ہی خاک میں ملنا یہ سب کچھ خاک ہے
دولتِ دنیا پہ نازاں کیوں ہے انساں اسقدر

اوج

۷۸۔ گورِ غریباں

(انگریزی شاعر گرے کی مشہور آفاق نظم ایلجی کا ترجمہ جو بہت مقبول ہوا۔ اصل نظم سے مقابلہ کرنے پر ترجمہ کی پوری خوبی معلوم ہوتی ہے)

وداعِ روزِ روشن ہے گجر شامِ غریباں کا ۔ چراگاہوں سے پلٹے قافلے وہ بے زبانوں کے
قدم گھر کی طرف کس شوق سے اٹھتا ہے دہقاں کا ۔ یہ ویرانہ ہے میں ہوں اور طائر آشیانوں کے

اندھیرا چھا گیا دنیا نظر سے چھپتی جاتی ہے — جدھر دیکھو اٹھا کر آنکھ ادھر اک ہو کا عالم ہے
مگر لیکن کہیں جا بجا جھینگر بے وقت گاتے ہیں — جرس کی دور سے پیہم کبھی آواز آتی ہے

کبھی اک گنبد کہنہ پہ بوم خانماں ویراں — فلک کو دیکھ کر شکووں کا دفتر باز کرتا ہے
کہ دنیا سے الگ گوشہ عزلت میں ہوں تنہا — کوئی پھر کیوں قدم اس کنج تنہائی میں دھرتا ہے

قطار اک سامنے ہے مو سریوں کے درختوں کی — وہاں قبریں ہیں کچھ مٹی کی جیسے ڈھیر ہوتے ہیں
ہر اک کے بس دو گز کفن گز بھر زمیں ہی — بسانے والے جو اس گاؤں کے تھے سب سو رہے ہیں

نفس باد سحر کا نالۂ پر درد بلبل کا — ہوئے بیکار سب ان کو اٹھا سکتا نہیں کوئی
رہی نہ زندہ مستوں کی ہو حق شور قلقل کا — ہیں ایسے نیند کے ماتے جگا سکتا نہیں کوئی

نہ چولھے آگ ہے روشن نہ اب ان کے گھر میں پانی — نہ گھر والوں کو اب کچھ کام ہے فکر شبستاں سے
نہ بی بی کو سر شام انتظار ان کا نہ حیرانی — نہ بچے دوڑتے ہیں اب کہ لپٹیں آ کے داماں سے

وہی ہیں جنھیں وقت درو محنت تھی دم بھر — وہی ہیں ہاتھ چلتے رہتے ہی تھے بیشتر جن کے
وہی ہیں جنھوں نے ہل جوتا گیت گا گا کر — بڑے سرکش درختوں کو گراتے تھے تبر جن کے

نہ دیکھیں حال ان لوگوں کا ذلت کی نگاہوں سے — بھرا ہے جن کے سر میں غرۂ نوابی و خانی
پہ ان کا کاسۂ سر کہنہ ہا ہے کج کلاہوں سے — عجب نادان ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطانی

نہیں شایان فخر و ناز نوبت اور نقارہ — جو نازاں جاہ و ثروت پر ہیں ان کی موت ہنستی ہے

جلد ۴

وہ ساعت آنے والی ہے نہیں جس سے کوئی چارہ
کہ فانی ہے جہاں ہر اوج کا انجام پستی ہے

نظر آتے نہیں کتبے مزاروں پہ تو کیا غم ہے
چراغاں اور صندل و گل و ریحاں ہو تو کیا
نہیں زرکار اور کمخواب کی چادر تو کیا غم ہے
جو خوش آہنگ کوئی قاریِ قرآں ہو تو کیا

بناتے ہو جو تصویر اگر مدفن پہ رکھنے کو
پلٹ کر اس سے کچھ نکلی ہوئی سانس آ نہیں سکتی
دعا ہو فاتحہ ہو مرثیہ ہو آہ و زاری ہو
کوئی آواز ان کے کان تک اب جا نہیں سکتی

خدا جانے تھے ان لوگوں میں کیا جوہرِ قابل
خدا معلوم رکھتے ہوں گے یہ ذہنِ رسا کیسے
خدا ہی کو خبر کیسی کیسی ہوں گے صاحبِ دل
خدا معلوم ہوں گے بازوئے زور آزما کیسے

زمانے نے مگر کوئی ورق ایسا نہیں الٹا
کہ بارِ فکر سے مہلت یہ پاتے سر اٹھانے کی
مصیبت نے طبیعت کی روانی کو کیا پسپا
کہ بار آنے نہ پائی جوہرِ ذاتی دکھانے کی

بہت سے گوہرِ شہوار باقی رہ گئے ہوں گے
کہ جن کی خوبیاں سب مٹ گئیں تہ میں سمندر کی
ہزاروں پھول دشتِ دور میں ایسے کھلے ہوں گے
کہ جن کے مسکرانے میں تھی خوشبو مشکِ اذفر کی

یہ صاحب عزم ہیں گو رزم کی نوبت نہیں آئی
حکومت اپنے قریہ میں کی لیکن دوست دشمن کی
وہ فردوسی یہ ہیں جن کی زباں کھلنے نہیں پائی
وہ رستم ہیں نہیں سہراب کا خوں جن کی گردن پر

مقدر نے انہیں مصروف رکھا قلبہ رانی میں
وگرنہ حکمرانی کا بھی جلوہ یہ دکھا دیتے
عجب کیا شہرۂ آفاق ہوتے خوش بیانی میں
اور اپنے کارنامے اہلِ عالم کو سنا دیتے

جلد ۴

رہے محروم نیکی سے بچے ہر اک برائی سے — نہ زورِ مردم آزاری نہ شورِ فتنہ انگیزی

نہ دولت کی طمع میں بے گناہوں کے گلے کاٹے — نہ کی خلقِ خدا کے ساتھ بیرحمی و خونریزی

نہ صحبت میں امیروں کی کبھی خونِ جگر کھایا — نہ اوٹایا لہو اپنا کبھی جھوٹی خوشامد سے

نہ مل کر روغنِ قاز آتشِ نخوت کو بھڑکایا — کہ جس سے خود پسندوں کا تجبر بڑھ چلے حد سے

الگ ہر نیک و بد سے دورِ دنیا کے مکاید سے — گئے بیگانہ وار اور خلق میں بیگانہ وار آئے

رہے محفوظ ابنائے زمانہ کے مفاسد سے — قدم راہِ توکل سے کبھی ڈگنے نہیں پائے

نہ دیکھا ان استخواں ہائے شکستہ کو حقارت سے — یہ ہے گورِ غریباں اک نظر حسرت سے کرتا جا

لکھا ہے یہ مطلب لوحِ تربت کی عبارت سے — جو اس رستے گزرتا ہے تو ٹھنڈی سانس بھرتا جا

لکھے ہیں نام ان قبروں پہ لوگوں کا واکے حرفوں میں — مگر بھولے ہوئے کو ٹھیک رستہ یہ بتاتے ہیں

زیادہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا اگر سوچیں — کہ جو مرنے سے ناواقف ہیں مرنا سیکھ جاتے ہیں

جو آیا ہے جہاں میں یاں سے جاتا ہے اک دن — یہ ہونا ہے کوئی چاہے گا دل سے یا نہ چاہے گا

مگر جاتے ہوئے پھر کر نہ دیکھے یہ نہیں ممکن — دلوں سے یاد بھی مٹ جائے یہ جانا نہ جائیگا

کوئی زانو کسی کا ڈھونڈتا ہے دم نکلنے کو — کہ دیکھے اشک گرتے چاہنے والے کے دامن میں

کسی کی ہے یہ خواہش دوست کا مدعا دیں جاں کو — پھر اس پر فاتحہ کی آرزو ہے کنجِ مدفن میں

حقیقت غور سے دیکھی جو ان سب زندہ والوں کی — تو ایسا ہی نظر آنے لگا انجام کار اپنا

انھیں کی طرح جیسے مل گئی ہیں خاک میں ہم بھی — یوں ہی ہم ساں حال آ نکلا ہے اک دوست دیرانا

یہ اس سے ایک دہقانِ کہن سال آ کے کہتا ہے — کہ ہاں ہاں خوب ہم واقف ہیں دیکھا ہے اسے اکثر

پھر اس کے بعد دل ہی دل میں کچھ غم کھا کے کہتا ہے — کہ اب تک پھرتا ہے آنکھوں میں پھرنا اسکا سبزہ پر

وہ اس کا نور کے تڑکے ادھر گلگشت کو آنا — وہ پو پھٹنے سے پہلے آ کے پھرنا سبزہ زاروں میں

وہ کچھ کم دن رہے اس کا لبِ جو کی طرف جانا — وہ اس کا مسکرانا دیکھ کر شورِ آبشاروں میں

کبھی ایسی ہنسی لب پر کہ ظاہر جس سے کچھ نفرت — اور اس کے ساتھ ہی کچھ زیر لب کہتے ہوئے جانا

کبھی تیوری چڑھائے منہ بنائے رنج کی صورت — کہ جیسے دل پہ صدمہ ہے زبان جس سے ہے بیگانہ

غرض کیا کیا کہوں اک روز کا یہ ذکر ہے صاحب — کہ اس میدان میں پھرتے صبح دم اس کو نہیں دیکھا

ہوا پھر دوسرا دن اور نظر سے وہ رہا غائب — خیاباں میں اسے پایا نہ دریا پر کہیں دیکھا

پھر اس کے تیسرے دن دیکھا کیا ہوں جنازے کو — لیے آتے ہیں سب پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت کا

تمھیں پڑھنا تو آتا ہوگا آؤ پاس سے دیکھو — یہ اس کی قبر ہے اور یہ کتابہ سنگِ تربت کا

اب آغوشِ لحد میں سو رہا ہے چین سے کیسا — گیا افسوس لیکن یہ جوان ناکام دنیا سے

دکھایا جاہ و شہرت نے نہ بھولے سے بھی منہ اپنا — پھر ایسے نامرادوں کو بھلا کیا کام دنیا سے

ہر اک کے درد دکھ سے اس کو رہتا تھا سدا مطلب — ہوا ممکن تو یاری کی نہیں تو اشک باری کی

دیا دستِ تہی کے ساتھ طینت میں کرم یارب — ہیں تیری شان کے قربان کیا اچھی تلافی کی

خدا بخشے اسے بس دوست کا رہتا تھا وہ جویا — تو نکلی دوستی آخر خدا وند کریم اس کا
اب اس کی نیک سیرت کا ذکر کرنا ہی نہیں اچھا — کہ روشن ہے خدا پر عالم امید و بیم اس کا

طبا طبائی

۷۹۔ قبرستان

ایک دن گورِ غریباں میں ہوا میرا گزر — دل کے داغ اُبھرے ہوئے دیکھے بسانِ خاک تر
جنس ہی تھیں جا بجا ٹوٹی ہوئی قبریں جہاں — عالم اسباب کی نیرنگیوں کو دیکھ کر
ان کی قبروں پر کہ جو تھے مجلس آرائے وجود — شمع روشن تھی نہ تھی اک چادرِ گلہائے تر
رو رہی تھیں صرف ناکامی پہ ان کی حسرتیں — کوئی ماتم کرنے والا تھا نہ کوئی نوحہ گر
ہو کا عالم اور بھیانک رات اور وہ بیکسی — ہل گیا دل عالم گورِ غریباں دیکھ کر
خونِ دل بہنے لگا آنکھوں سے دھیان آیا مجھے — دفن اس عبرت سرا میں ہے مرا مشفق پدر
یہ خیال آتے ہی دوڑا ایک تربت کی طرف — فاتحہ پڑھنے کو تنہا خاک بر سر نوحہ گر

قبر کے ذرات کو دی جذب دل نے زندگی
خاک میں جنبش ادھر تھی ہل رہا تھا دل اُدھر

عزیز

جلد ۲

۸۰ ـ شہرِ خموشاں

کل سوئے گورِ غریباں جو ہوا میرا گزر — ہو گیا پیشِ نظر عالمِ ہو کا منظر

اپنی روداد سناتے تھے لحد کے کتبے — ایک افسانۂ عبرت تھے وہ خاموش کھنڈر

جن کے پرچم تھے فتحمندی و نصرت کی دلیل — جن کی شمشیر سے اقبال کے جھڑتے تھے ثمر

جن کی سطوت سے دلیروں کے تھے پتے پانی — جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے شیروں کے جگر

جن کی عظمت کا جہاں بھر میں بجا تھا ڈنکا — جن کا سکہ تھا رواں دہر میں کشور کشور

ماند تھی محفلِ جم بزمِ طرب سے جن کے — شمعِ محفل تھے جہاں اہلِ خرد اہلِ نظر

جن کے دروازے سے دولت کا نشاں ملتا تھا — کسی گنتی میں نہ تھے سیم و زر و لعل و گہر

مستمندوں کے لیے وقف تھی جن کی دولت

ایک توجہ میں سنور جاتے تھے بگڑے ہوئے گھر

جن کی یہ آن تھی یہ شان تھی یہ شوکت تھی — جن کی تمکین سے تھی بزمِ جہاں زیر و زبر

حیف صد حیف وہ تھے گورِ غریباں کے مکیں — دفن تھے خاک میں اور خاک تھی ان کی قدر

ان کی قبروں پہ جو گنبد تھے شکستہ تھے بہت — اینٹ مٹی سے تو چونے سے جدا تھے پتھر

جلد۴

بُوم تھے گنبدِ شاہی کے نگہبانوں میں
بیٹھی مرثیہ خواں تھی لحدِ شاہاں پر

یہ سماں دیکھ مرا درد سے جی بھر آیا — اور وہیں بیٹھ گیا خاک پہ میں تیورا کر
کس نے اس شہرِ خموشاں کی بِنا ڈالی ہے — خاک پہ کس لیے بکھرے ہیں یہ اعلیٰ گوہر
سن کے یہ بات "نہ" مجھ سے ہوئی یوں گویا — کیا ہوا پڑ گئے کیوں تیری سمجھ پہ پتھر
کس میں قدرت ہے کہ رکھے گلشنِ عالم تازہ — کس کی طاقت ہے کرے نظمِ جہاں زیر و زبر
کس کی ہستی ہے جو کہلائے خداوندِ جہاں — ہاں مگر ایک "خداوند" خدائے اکبر
اس کو زیبا ہے شہنشاہیِ کونین کہ وہ — ایسا بے مثل ہے جس کا نہیں کوئی ہمسر
اس کی توحید کو گاتے ہیں ترانے شب و روز — فرش سے عرش تلک حور و ملک جن و بشر
ذرہ ذرہ سے عیاں شانِ خدائے یکتا — قطرہ قطرہ پہ رواں حکمِ خدائے برتر
جس کو چاہے اسے دنیا میں سرافراز کرے — جس کو چاہے اسے ذلت سے کرے خوار و ابتر
جس کو چاہے اسے دے سلطنت و تاج و سریر — جس کو چاہے وہ کرے خاک نشین خاک بسر
تاج والے بھی ہیں گئے یہاں با عجز [illegible] — چل سکے گی نہ حکومت نہ یہاں زور و زر
اس کی قدرت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ دیکھیں — تاجِ شاہی پہ لگاتی ہوں ہمیشہ ٹھوکر
[illegible] — سب پہ چھپتا ہے عمل میرا بہ فرمانِ قدر

میں نے ہی شہرِ خموشاں کی بنا ڈالی ہے
میرے ہی زیرِ اثر تو ہیں یہ سب گنبد و در

جلد ۴

نثار احمد

۱۸۔ جامِ شہادت

تڑپتا ہے تنہا وہ فرشِ زمیں پر نہ غمخوار کوئی نہ تکیہ نہ بستر
اِدھر اس کی بندوق ٹوٹی پڑی ہے گرا خاک پر ہے اُدھر اُس کا خنجر
نہ آتی ہے کانوں میں آوازِ ہمدم کہ پانی پلائے اسے ترس کھا کر
نہ توپوں کا شور اور نہ گولوں کی بارش نہ گھوڑا نہ جھنڈا سپاہی نہ افسر
تعاقب میں دشمن کے سب چل دئے ہیں عقب میں اسے چھوڑ حیران و مضطر
وہ حسرت سے چاروں طرف دیکھتا ہے کبھی بیٹھے لیٹے کبھی سر اُٹھا کر
تباہی کے آثار ہر سو عیاں ہیں بنی ہے زمیں خوں سے دریائے احمر
نہ گھر کی خبر ہے نہ غمخوار کوئی نہ باپ اور نہ بیٹا برادر نہ مادر
سرہانے کھڑی یہ اجل کہہ رہی ہے کہ اس زخمِ کاری سے ہوگا نہ جانبر

اسی کشمکش میں وہ دم توڑتا ہے
گلستانِ ہستی سے منہ موڑتا ہے

جلد۲

مئے قوم و ملت کے سرشار آؤ ۔۔۔ بہادر سپاہی کا لاشہ اٹھاؤ
وطن کی محبت میں مارا گیا ہے ۔۔۔ لے اس کی خاکِ وطن میں سلاؤ
بدن اس کا زخموں سے ہے چور سارا ۔۔۔ ذرا قبر میں ہلکے ہلکے لٹاؤ
کھلا کچھ نہ غنچہ امیدوں کا اس کی ۔۔۔ تم اب اس کی تربت پہ کلیاں چڑھاؤ
سپاہی کی عزت اگر چاہتے ہو ۔۔۔ تو اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ
کسی کے بھرے گھر کا یہ نور ہوگا ۔۔۔ سرِ شام مرقد پہ شمعیں جلاؤ
کبھی غیر قوموں میں گر جا کے بیٹھو ۔۔۔ تو اس کی دلیری کے قصے سناؤ
مصائب کا اس کی اگر دھیان آئے ۔۔۔ تو آنکھوں سے آنسو کے قطرے گراؤ

وہ مذہب پہ اپنے فدا ہو گیا ہے
وہ فانی سے اہلِ بقا ہو گیا ہے

نجم گیلانی

۸۲ ۔ میدانِ جنگ

جہاں کل سپہ دار تھے حکمراں ۔۔۔ کھڑے تھے جہاں تیغ بستہ جواں
جہاں کل تھے فیلانِ جنگی ہزار ۔۔۔ کُداتے تھے گھوڑے جہاں شہسوار

جلد ۴

جہاں پاسباں کل تھے للکارتے   پرندے بھی ڈرتے تھے پر مارتے
وہاں آج لاشوں کے انبار ہیں   پڑے ہر طرف سینہ افگار ہیں
وہ سر جس پہ تھا کل جواہر کا تاج
سو ہے خاک اور خوں میں آلودہ آج

اسمٰعیل

۸۳ - فنا

سامنے آنکھوں کے دریا سبز لہراتا ہوا   ناز سے جھونکا نسیمِ صبح کا آتا ہوا
برف کی وردی میں لشکر ابر کا جاتا ہوا   موسمِ گلہائے رنگیں دل کو تڑپاتا ہوا
اپنے اپنے وقت پر ہر اک فنا ہو جائیگا
دیکھ لینا چار دن میں کیا سے کیا ہو جائیگا

پھر نہ بحرِ نیلگوں اس لطف سے لہرائیگا   نے کوئی جھونکا ہوا کا باغ میں پھر آئیگا
ابر کا ٹکڑا اٹک صورت نہ پھر دکھلائیگا   شیشۂ دل سنگِ ناکامی سے ٹکر کھائیگا
نام رہ جائے گا باقی بس خدائے پاک کا
نقش وہ مٹ کر رہے گا جو بنا ہے خاک کا

جلد ۴

جا چکی ہم سے ہمیشہ کے لیے فصلِ بہار — موت دروازہ پہ کرتی ہے ہمارا انتظار

چھوڑتے جاتے ہیں بزمِ عیش یارو غمگسار — ہم کو بھی جانا پڑے گا ہو گی جب اپنی پکار

گردشِ چرخِ بریں نیچا ہمیں دکھلائے گی

مادرِ گیتی ہمیں آغوش میں بٹھلائے گی

جس جگہ احباب کی اپنی رسائی تک نہیں — بزمِ عشرت کی صدا جس گھر میں آتی تک نہیں

نغمۂ بلبل جہاں دیتا سنائی تک نہیں — بھول کر جس جا نسیمِ صبح آتی تک نہیں

ایسے ویراں گھر میں ہم کو چھوڑ جائیں گے عزیز

بعدِ مردن ہم نہیں گویا رہے ان کے عزیز

عالمِ پیری ہے چہرہ ہو گیا ہے زرد فام — دانت رخصت ہو گئے بازو نہیں دیتے ہیں کام

جسم ٹھنڈا ہو گیا ہے موت کا پہنچا پیام — کوسِ رحلت بج گیا اپنا بھی یارو السلام

مادرِ گیتی یوں ہی اک دن فنا ہو جائے گی

چار دن میں آب و تاب اس کی ہوا ہو جائے گی

ہم نہیں دنیا میں جب بادِ نسیم آیا کرے — موجِ بحرِ نیلگوں سر اپنا ٹکرایا کرے

صبحِ عشرت آسماں سے نور برسایا کرے — شامِ وصلت عاشقوں کو لطف دکھلایا کرے

ہم کو کافی ہے زمیں وہ ہاتھ سونے کے لئے
فرشِ خاکی خوب ہے اپنے بچھونے کے لئے

عزیز الرحمٰن صاحب بلگرامی

۴۸۔ فنا

ہے یقیں اس کا کہ اک دن یہ گماں کچھ بھی نہیں
یہ زمیں کچھ بھی نہیں یہ آسماں کچھ بھی نہیں

کیا ہے انساں ایک مشتِ استخواں کچھ بھی نہیں
بلبلا پانی کا ہے عمرِ رواں کچھ بھی نہیں

سب ہیں فانی کیا زمیں کیا آسماں کچھ بھی نہیں
اک خدا کو ہے بقا دونوں جہاں کچھ بھی نہیں

زندگی تک ایک عالم جن کے تھا زیرِ نگیں
بعد مُردن ان کا اب نام و نشاں کچھ بھی نہیں

رنگ کیا فصلِ خزاں لائیگی رکھ اس کا خیال
پھول کی دو دن بہاریں باغباں کچھ بھی نہیں

آہ سے مظلوم کی ڈر ظالمِ نخوت پرست
سامنے جس کے زمین و آسماں کچھ بھی نہیں

کیسی نادانی ہے کارِ خیر میں کرتا ہے ڈھیل
موت کے تو سامنے پیر و جواں کچھ بھی نہیں

ذہین

جلد۲

۸۵۔ فسانۂ دل

نہ سُنے دردِ دل مرا نہ سُنے ۔ میں کہوں گا سُنے وہ یا نہ سُنے
لاکھ دلچسپ ہے مرا قصّہ ۔ مگر اس نے کبھی سُنا نہ سُنے
جو کوئی درد آشنا ہو امیر
اِدھر آئے مرا فسانہ سُنے

امیر

۸۶۔ دیوانہ فرزانہ

دل تو دل عرش معلےٰ بھی لرز جائیگا ۔ تیرا دیوانہ اگر برسرِ فریاد آیا
میری امید ولی گر نہ برائی ہو گی ۔ مرے مولیٰ تری کیا شان خدائی ہو گی
دیکھ اتنا نہ ستا مجھکو ستم گر ورنہ ۔ میرے نالوں کی بہت دُور رسائی ہو گی
میری فریاد یہاں کوئی سنے یا نہ سُنے ۔ آپ سن لینگے جہاں جا کے سُنائی ہو گی
راز دل اپنا کسی سے نہ کہو اے عالیؔ
بات جو نکلے گی منہ سے وہ پرائی ہو گی

عالیؔ

جلد ۴

۸۷ - ماں کی آس مُراد

دل سے اس ماں کے کوئی آس کی خوشیاں پوچھے — منّتیں مان کے بچّے کو ہو پایا جس نے
کس کس انداز سے لیتی ہے بلائیں اس کی — کس کس اُمید پہ جاں اس پہ ہے قربان کرتی
بوسہ لیتی ہے کبھی اس کی جبیں کا خوش ہو — دودھ پھر گود میں لے کر ہے پلاتی اسکو
کبھی گہوارے میں لیجا کے سلاتی ہے اُسے — پھر اُٹھا کر کبھی چھاتی سے لگاتی ہے آکر
پھر وہ اس کو ہے اک انداز سے لوری دیتی — بھینی بھینی عجب آواز سے لوری دیتی
رہتی ہے دُھن میں اسی کی وہ غریب آٹھ پہر — گھٹنیوں چلنے لگا جب وہ ذرا لختِ جگر
پھر تو رستے میں ہے اس کے وہ بچھاتی آنکھیں — پاؤں اور گھٹنوں سے اس کے ہے لگاتی آنکھیں
واری جاتی ہے کبھی ہوتی ہے قربان کبھی — کبھی دل اس پہ فدا کرتی ہے اور جان کبھی
کرتی ہے سالگرہ اس کی بڑی دھوم سے وہ — جی کو خوش کرتی ہے اس شادیٔ معصوم سے وہ
پوری کرتی ہے سبھی اپنے وہ دل کے ارماں — سارے کنبہ کو بلاتی ہے گھر اپنے مہماں
سو سو انداز سے کرتی ہے وہ بچّے کا سنگار — دیکھتی ہے وہ پھر اُمید کی خوشیوں کی بہار
جوں جوں بڑھتا ہے اسی طرح وہ اس کا فرزند — ہوتی جاتی ہے اُمید اس کی خوشی بھی صد چند
پھر وہ پڑھنے کے لئے رکھتی ہے تاکید مدام — ہر طرح سے اسے دیتی ہے ہمیشہ آرام

کہتی ہے اس کو خدا جلدی سے پروان چڑھائے — چھوٹی سی عمر میں بچہ مرا قابل ہو جائے

جب وہ لکھ پڑھ کے ہوا نیکی بدی سے آگاہ — کرتی ہے وہ بڑی تیاری سے پھر اس کا بیاہ

ہوتی ہے باپ کو بھی گرچہ بہت سی ہی خوشی

پر کہاں اس کو ہوا کرتی ہے ماں کی سی خوشی

اشرف

۸۰ - روز عید

جہاں میں روشنیِ صبح بھی نہ پھیلی تھی — خوشی میں عید کی موذن نے پہلے ہی دی اذاں

گھروں میں بچے جو پچھلے پہر سے جاگے تھے — ہیں شوق عید میں بیتاب ان کو نیند کہاں

اذاں کی سنتے ہی کہتے ہوئے یہ اٹھ بیٹھے — کریں گے غسل سویرے سے کپڑے لا اماں

کہا کسی نے کہ سردی ہے دھوپ تو نکلے

مچل کے بولے نہائیں گے ہم ابھی ہاں ہاں

وہ دیکھو صبح بھی اب صاف ہو گئی ظاہر — ہوا وہ مطلعِ مشرق سے مہر نور افشاں

ہر ایک سمت سے ظاہر خوشی کے ہیں آثار — ہے آج جمع مسرت کا ہر طرف ساماں

ہر اک ہے بننے سنورنے کی فکر میں مصروف — بنا ہوا ہے خوشی کا چمن ہر ایک مکاں

وہ دیکھو غسل کوئی کر رہا ہے ہنس ہنس کر
بدل رہا ہے کوئی کپڑے اور ہے شاداں
سنور رہا ہے کوئی، مل رہا ہے عطر کوئی
کوئی حسین ہے آئینہ دیکھ کر نازاں

لو آفتاب بھی اب ہو گیا کچھ اور بلند
نماز کے لیے نکلا ہر ایک خورد و کلاں
کوئی فٹن پہ ہے، بگی پہ کوئی ٹمٹم پر
پیادہ پا ہے کوئی سوئے عیدگاہ رواں
بغل میں کوئی لیے جا رہا ہے بچوں کو
کسی کی تھامے ہوا انگلی طفل ابجد خواں
وہ کون ہے کہ نہیں آج جس کے دل میں خوشی
وہ کون ہے کہ ہنسی ہو نہ جس کے لب پہ عیاں

انجم

۸۹- ایک یتیم کی عید

عید کے دن جب خوشی تھی ہر طرف پھیلی ہوئی
ایک بچی چھوٹی سی کوٹھے پہ اپنے چڑھ گئی
اس نے دیکھا اپنے ہمسایہ کے گھر کا ماجرا
یعنی تھا محوِ خود آرائی ہر اک چھوٹا بڑا
ایک جانب بھتیں سویاں اک طرف کھانے چنے
کھا رہے تھے بیٹھے بیحد شوق سے چھوٹے بڑے
باپ سے بچے لپٹ جاتے نہایت شوق سے
باپ بھی ان کو محبت سے لگا لیتا گلے

بچے بچے کا یہی شکوہ تھا ہم باپ سے — آج تو ہم اتنی کم عیدی نہ لیں گی آپ سے

جگمگاتی پھر رہی تھیں چھوٹی چھوٹی بچیاں

دیکھ کر خوش ہو رہے تھے دل ہی دل میں باپ ماں

دیکھکر یہ حال لڑکی کوٹھے سے آئی اُتر — اور لپٹ کر ماں سے یوں کہنے لگی با چشم تر

آپ نے اماں سویاں تک نہ دیں مجھکو پکا — ایک پیسہ بھی نہ عیدی کا مجھے اب تک ملا

حال میرا آپ آخر دیکھتی ہیں یا نہیں — عید کے دن بھی مرے تن پر نیا کپڑا نہیں

اوڑھنی کو دیکھیے ہے کس طرح سے تار تار — پائجامے میں نہیں پیوند کا کوئی شمار

دیکھیے کرتے کو اس کا بھی تو دامن چاک ہے

جب یہ ہو کپڑوں کی حالت عید کیا پھر خاک ہے

ہاتھ اس کے سر پہ رکھکر ماں لگی کہنے کہ ہاں — اے مری بچی اگر دیتا مجھے کچھ بھی خدا

کیوں تجھے ترساتی میں اے جان بے مانگے ہوئے — کیا تجھے کپڑے بنا دیتی نہ ہی بہر عید کے

تجھ پہ میں قربان جاؤں اے مری نورِ نظر — سچ تو یہ ہے تیرے ہی دم سے اُجالا ہے یہ گھر

سینکڑوں ارماں ہیں سینے میں لاکھوں حسرتیں — ہاتھ ہی خالی ہو جب اپنا تو آخر کیا کریں

کڑھ رہی ہوں دل ہی دل میں تیری حالت دیکھ کر

چھوٹ جاؤں غم سے مر جاؤں اسی غم میں اگر

جلد ۴

سن کے دکھیا ماں کی وہ باتیں پریشاں ہو گئی
ڈال کر باہیں گلے میں اس طرح کہنے لگی

جلد ۴

تم کو رنجیدہ اگر کرتی ہیں یہ باتیں مری
لو قسم کھاتی ہوں اماں اب نہ مانگوں گی کبھی

تم انھیں کپڑوں کو سی دو گی تو خوش ہو جاؤں گی
ٹکڑے باسی روٹی ہی کے شوق سے میں کھاؤں گی

ریس اوروں کی کروں گی اب نہ اماں جان میں
میں بھی ہوں بن ابا کی اور ان کے تو ابا جان ہیں

اک سہارا میرا لے دے کے تمہاری ذات ہے
میں کڑھاؤں تم کو آخر یہ بھی کوئی بات ہے

لڑکیو ہر وقت مانگو تم خدا سے یہ دعا
عمر بھر سایہ تمہارے سر پہ ہو ماں باپ کا

ہے دعا تجھ سے اڈیٹر کی بھی اے پروردگار
ہو جدا ماں باپ سے اپنے نہ کوئی زینہار

محمدی بیگم

۹۰۔ طالب علم کی امید

ہیں کتب خانۂ ہستی میں بہت صاحبِ علم
اور بہت مدرسۂ دہر میں ہیں طالبِ علم

سوزِ محنت سے بہاتے ہیں پسینے اپنے
حسرتوں سے کیے لبریز ہیں سینے اپنے

نہ تو کھانے کا ہی کچھ فکر نہ پانی کا خیال
ذوقِ راحت ہے نہ ہے لطفِ جوانی کا خیال

ہو گئے وصل کتابوں میں ہیں وصلی کی طرح
بلکہ پیوندِ ورق ہیں جزِ اصلی کی طرح

پھرتے دن بھر ہیں کتابیں لیے سودائی سے
ہاتھ اٹھا بیٹھے اسی شغل میں بینائی سے

جلد ۴

تن کو راحت نہیں اور جان کو آرام نہیں
دن ہو یا رات انھیں محنت کے سوا کام نہیں

روز و شب خونِ جگر اپنا جو کھاتے ہیں وہ
اور یہ بارِ مشقت کی اُٹھاتے ہیں وہ

ان مصائب کی ہی تو ہی انھیں طاقت دیتی
لطفِ انجام سے ہی حُسنِ لیاقت دیتی

دیدۂ دل میں لگا دیتی ہے سرمے کیا کیا
دیتی ہے شاہدِ مقصود کو جلوے کیا کیا

اہلِ تصنیف کو ہے عمرِ دوامی دیتی
بادۂ شوق سے ہے عیشِ مدامی دیتی

سطحِ کاغذ پہ تو اک باغ کھلا دیتی ہے
برگ و بار اس میں مرادوں کے لگا دیتی ہے

ہوتے شاداب ہیں نہالِ فسردہ ان سے
تازہ دم ہوتے ہیں سب کے دلِ مُردہ ان سے

آزاد

۹۱۔ غریب طالب علم

بیکسی پر ان کی اے ناداں نہ جانا چاہیے
رحمتِ حق کے لیے آخر بہانا چاہیے

ان غریبوں میں بہت سے صاحبِ اقبال ہیں
نقدِ استعداد ہی قبضہ میں مالا مال ہیں

دیکھنا اوجِ شرف پر جلوہ گر ہو جائیں گے
یہ ستارے ایک دن شمس و قمر ہو جائیں گے

ان غریبوں میں کوئی نقادِ علم و فن ہو
بو علی سینا ہو ان میں کوئی بیکن ہو

رودکی ان میں ہو دیکھو کوئی چاسر ہو
ان پھٹے کپڑوں میں فردوسی ہو ہومر ہو

جلد ۲

کیا کوئی بھی صاحبِ فہم و ذکا ان میں نہیں
کیا خبر تجھکو معلّم تیسرا ان میں نہیں

کیا عجب ان میں مجدّد یا مدقّق کوئی ہو
شاید علّامہ ہو کوئی ان میں یا محقّق کوئی ہو

جوہرِ فنِ سخن شاید کسی کے پاس ہو
تجھکو ناداں کیا خبر ہے ان میں کالیداس ہو

دیکھنا اللہ کی ذرّہ نوازی دیکھنا
ان میں سے نکلے گا کوئی فخرِ رازی دیکھنا

ایک دن یہ صاحبِ علم و عمل ہو جائیں گے
سینکڑوں مشکل مسائل ان سے حل ہو جائینگے

دیکھنا اللہ کی قدرت یہ کیا ہو جائیں گے
چار دن میں ملک کے حاجت روا ہو جائیں گے

حضرت ہادی

۹۲- اندھی پھول والی کا گیت

گود میں مالن کی ہیں ٹوٹے ہوئی ڈالی کی پھول
لو خریدارو یہ اندھی بیچنے والی کی پھول

تم ہو جس دنیا کے ساکن نور کی دنیا ہے وہ
عالمِ ظلمات ۔ مجھ مجبور کی دنیا ہے وہ

ہو مبارک تم کو دنیا کے نظارے دیکھنا
دن کو نورِ مہر شب کو چاند تارے دیکھنا

میں وہاں ہوں ہے اندھیرا گھپ جہاں چھایا ہوا
ہے تصوّر اس سیہ خانہ میں گھبرایا ہوا

تم کو قدرت نے عطا کی قوتِ نظارگی
اور میں محرومِ قدرت بندگی بیچارگی

نظمِ دنیا کا ہے جامِ جم تمہارے واسطے
تم ہو عالم کے لیے عالم تمہارے واسطے

فلسفہ قدرت کا ان پھولوں میں دکھلاتی ہوں میں
ان میں جو خوبیاں ہیں تم کو سمجھاتی ہوں میں

طفلِ غنچہ بڑھ کے یہ آزاد گل بوٹے ہوئے
آ گئے ہیں اپنی ماں کی گود سے چھوٹے ہوئے

وہم ہے نقشِ نگارِ گل غلط ہے یہ گماں
عارضِ گل پر ہیں پیاری ماں کے بوسوں کے نشاں

باعثِ عبرت ہے ان کا عالمِ افسردگی
مادرِ گیتی سے چھٹ کر پائی ہے پژمردگی

نازپروردِ چمن ہیں یہ جوانانِ چمن
حسن کی دنیا کے ساکن ہیں یہ یارانِ چمن

کل کے دن تک تھے یہی سب طرۂ دستارِ باغ
ان کی رونق دیکھتی تھی نرگسِ بیمارِ باغ

دستِ گلچیں سے حفاظت دل میں تھے ٹھانے ہوئے
خارِ گلشن ہر طرف تھے برچھیاں تانے ہوئے

جب بڑے ہو کر جواں تو ہو گئے عاشق مزاج
اب خود ان کو صاحبانِ حسن کی ہے احتیاج

آرزو یہ ہے کسی کی طرۂ دستار ہوں
خواہشیں یہ ہیں حسینوں کے گلے کا ہار ہوں

باوفا خود ہیں اور ہر حالت میں پرسوز ہیں
اور حسینوں کو اتالیقِ وفا آموز ہیں

ہمدمِ راحت بھی ہیں اور غمگسارِ غم بھی ہیں
رونقِ شادی، شریکِ محفلِ ماتم بھی ہیں

صرفِ بزمِ عیشِ معشوقِ ستم ایجاد بھی
اور کبھی زیبِ مزارِ عاشقِ ناشاد بھی

او خریدارو چلو یہ بے رخی اچھی نہیں
رات بھر کی ہی یہ رونق صبح کو کچھ بھی نہیں

خندہ زن ہیں ایک شب کی زندگانی کے لئے
اپنے گھر لیجاؤ ان کو میہمانی کے لئے

سیدہ مہدی حسن صاحب احسن لکھنوی

۹۳ — پپیہے

وہی تان پھر سنادے مرے خوش نوا پپیہے — مرے دلربا پپیہے مرے خوش ادا پپیہے
اسی دردمند دل سے اسی صوتِ مضمحل سے — ترے عشق کے تصدق وہی راگ گا پپیہے
مری نیند اچھٹ گئی ہے تری صوتِ جانفزا سے — دلِ مضطرب ہے بیکل اسے تو سُلا پپیہے
یہ گھٹائیں کالی کالی یہ ہوا کے سرد جھونکے — کوئی تان اونچے سُر میں ہی پھر لگا پپیہے
تجھے روئے گل دکھا دوں تجھے سبزہ دلا دوں — تری بیکلی کا آخر ہے علاج کیا پپیہے

یہ غضب کی آہ و زاری یہ بلا کی بے قراری
تجھے کس کا ہے تصور ہمیں کچھ بتا پپیہے

رواں

جلد ۲

۹۴ - پی

پپیہے او پپیہے تو یہ کیوں آنسو بہاتا ہے　　زباں پر تیری پی پی کس لئے رہ رہ کر آتا ہے
صدائے دردِ غم کیوں دردمندوں کو سناتا ہے　　جو خود ہی جل رہا ہو اور کیوں اسکو جلاتا ہے

کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈالوں وا پہ نون
میں پیو کی، اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

شمیم زلفِ عنبر بیز پھیلاتا ہے کیوں ظالم　　تجھے افشائے رازِ دوستاں بھاتا ہے کیوں ظالم
مرے آگے ترانہ عشق کا گاتا ہے کیوں ظالم　　کسی کا نام لے لے کر یہ چلاتا ہے کیوں ظالم

کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈاروں وا پہ نون
میں پیو کی، اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

غم آرام جاں میں اور بے آرام کرتا ہے　　رموزِ خاصِ عشق و عاشقی کیوں عام کرتا ہے
سرِ بازار نامِ یار کیوں بدنام کرتا ہے　　کسی کے راز کیوں کمبخت طشت از بام کرتا ہے

کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈاروں وا پہ نون
میں پیو کی، اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

اندھیری رات میں سوتوں کو چونکا دیتے ہے چلا کر　　برنگِ تیر کے گل دات جاتے ہے سینوں سے باہر

اری ننھی سی چڑیا جان ننھی سی زباں گز بھر — چڑھائے گا کوئی منصور کی مانند سولی پہ
کاٹوں توری چونچ پیپہے ڈاروں ایہ نون
میں پیو کی اور پیو مورا، تو پی کہے سوکون

جلدہم

امجد

۹۵۔ بلبل

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل — اُڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل
تو گرفتار ہے صیاد کا سمجھے تو مزاج — تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل
خوش بیانی ہی تری سارے چمن میں مشہور — کچھ تو صیاد کو باتوں میں لگالے بلبل
دھیان صیاد کا گلچیں کا خطر خوفِ خزاں — ہو بلا ایک تو سر سے اُسے ٹالے بلبل
پھول گلشن میں نہ آئے تھے کہ صیاد آیا
دل کے ارمان کہو خاک نکالے بلبل

امیر

جلد ۴

۹۶- وداعِ بلبل

کہو بلبل کو لیجائے چمن سے آشیاں اپنا
پڑھے گر صد ہزار افسوں نہ ہوگا باغباں اپنا

ہوئی جب باغ سے رخصت کہا رو رو کے یا قسمت
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوڑوں آشیاں اپنا

حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغباں اپنا

نہ تو نے گل کیا اپنا نہ بلبل باغباں اپنا
چمن میں کس بھروسے پر بنایا آشیاں اپنا

علی گوہر

۹۷- بلبل اسیر

چھاتی قفس میں داغ سے ہو کیوں نہ رشکِ باغ
جوشِ بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو

مجھ کو نہ دے ہم صفیر مژدۂ فصلِ بہار
آہ کہ صیاد کے دن یہ نہیں اختیار

یاد ہیں وہ دن کہ جب باغ میں تھا آشیاں
آہ وہ طرفِ چمن اور وہ سرشاخسار

نور کا تڑکا ہوا اور یہ عالم ہوا
آئی نسیم سحر باغ میں مستانہ وار

یوں دہن غنچہ سے، قطرۂ شبنم گرے | دو دا گلنے لگے جیسے کوئی شیر خوار
آئی کسی شاخ سے، ایسی سُریلی صدا | جیسے بجائے کہیں بین کوئی بین کار
بھیرویں اٹھنے لگی، باغ میں چاروں طرف | تانے اڑانے لگی اونچے سُروں میں ہزار
مرغِ چمن اڑ کے سب نغمہ سرا جس طرح | کوک دے ارگن کوئی اور الاپے بہار
تجھ سے کہاں تک کہوں قصۂ درد دراز | ہم اسی حیرت میں تھے اتنے میں اک دا مدار
لے کے کوئی دام سخت، آگیا گلزار میں | ہم جو ہیں اُڑنے لگے ہو گئے اُس کے شکار
آہ وہ آزادیاں راس نہ آئیں ہمیں | عہدِ مسرت مگر ہم سے نہ تھا استوار
اس کو ہوئیں مدتیں ہم ہیں اسیرِ قفس | اب ہیں نہ وہ چہچہے اور نہ باغ و بہار
سامنے ہے یہ قفس اور یہی تیلیاں | ہے یہی آب ہوا اور یہی لیل و نہار
قید میں گزری ہے عمر چھوٹنے سے یاس ہے | مرگ کی ہے آرزو موت کا ہے انتظار
آہ کہ طبعِ چمن ہم سے موافق نہ تھی | آہ مزاجِ بہار ہم سے نہ تھا سازوار

حالتِ مرغِ اسیر تجھ سے کہوں کیا جگر
دیدۂ عبرت سے ہوں اشک رواں بار بار

ھمدا

جلد۴

۹۸۔ بلبل کی فریاد

صیاد نے چھڑایا جس دن سے آشیانہ ۔۔۔ پہلو میں دل کے بدلے غم نے کیا ٹھکانا
گلزار سے نکالا قیدِ قفس میں ڈالا ۔۔۔ بیدرد کچھ نہ سمجھا ظالم نے کچھ نہ جانا
آزاد تھا کبھی میں دل شاد تھا کبھی میں ۔۔۔ تھے وہ بھی دن الٰہی تھا وہ بھی اک زمانا
روتا ہوں خوں کے آنسو آتا ہے یاد جس دم ۔۔۔ غنچوں کا مُسکرانا پھولوں کا کھل کھلانا
موجِ صبا کا چلنا تھم تھم روش روش پہ ۔۔۔ شاخوں کا جھوم جانا سبزے کا لہلہانا
وہ جانفزا ہوائیں وہ دلکشا گھٹائیں ۔۔۔ مرغانِ ہمنوا کا ساون کے گیت گانا
بارش کی وہ پھواریں برسات کی بہاریں ۔۔۔ تیلی سی ٹہنیوں پر وہ جھولنا جھولانا
صحنِ چمن میں پھرنا وہ شب کو چاندنی میں ۔۔۔ دل میں سرور آنا آنکھوں میں نور آنا
وہ شام کے نظارے جگنو وہ پیارے پیارے ۔۔۔ وہ صبح کے ستارے اُن کا وہ جھلملانا

اس قیدِ بیکسی کا کب تھا خیال مجھکو
ملجائیں کاش واپس وہ ماہ و سال مجھکو

بے رحم کے ستم کی گھڑیاں اُٹھا رہا ہوں ۔۔۔ بیداد سہ رہا ہوں دکھ درد پا رہا ہوں
مجھ بے زباں کی بولی کوئی نہیں سمجھتا ۔۔۔ ہر چند چیخ کر میں دُکھڑا سنا رہا ہوں

قسمت کو رو رہا ہوں میں اور یہ ستمگر — دل میں سمجھ رہا ہے خوش ہو کے گا رہا ہوں
اک آگ سی لگی ہے یاد وطن کی دل میں — رو رو کے آنسوؤں سے اس کو بجھا رہا ہوں

سب ہم صفیر میرے خوشیاں منا رہے ہیں
تن تن کو اُڑ رہے ہیں اُڑ اُڑ کے گا رہے ہیں

اے کاش جا کے بیٹھوں پھر کنج دلنشیں میں — گاتا پھروں ترانے گلشن کی سرزمیں میں
سوز نہاں بجھاؤں جوئے چمن پہ جا کر — پھر جا ملوں میں اپنے یاران ہم چمن میں
یہ تیلیاں قفس کی اے کاش پھونک ڈالوں — اتنا اثر تو یارب ہو آہ آتشیں میں
اُجڑا ہوا نشیمن پھر جا بساؤں اپنا — اب کے جو تھا بنایا گلہائے یاسمن میں

کب ہو مجھے رہائی کب آشیاں میں پہنچوں
اپنے وطن کو جاؤں، اپنے مکاں کو پہنچوں

محروم

۹۹- ایک پرندے کی فریاد

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ — وہ جھاڑیاں چمن کی وہ میرا آشیانہ
وہ ساتھ سب کے اُڑنا وہ سیر آسماں کی — وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا مل کے گانا

جلد۴

پتوں کا ٹہنیوں پہ وہ جھومنا خوشی میں ٹھنڈی ہوا کے پیچھے وہ تالیاں بجانا

آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی

اپنی خوشی سے جانا اپنی خوشی سے آنا

لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم شبنم کا صبح آکر پھولوں کا منہ دھلانا

وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانا

تڑپا رہی ہے مجھکو رہ رہ کے یاد اسکی تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آب و دانا

اس قید کا الٰہی دکھڑا اکسے سناؤں

ڈر ہے یہی قفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں

کیا بد نصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں ساتھی تو ہیں وطن میں میں قید میں پڑا ہوں

آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

باغوں میں کتنے والے خوشیاں منا رہے ہیں میں دل جلا اکیلا دکھ میں کراہتا ہوں

آتی ہیں صدائیں ان کی مری قفس میں

ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں

ارمان ہے یہ جی میں اڑکر چمن کو جاؤں ٹہنی پہ گل کے بیٹھوں آزاد ہو کے گاؤں

بیری کی شاخ پر ہو ویسا ہی پھر بسیرا اس اجڑے گھونسلے کو پھر جاکے میں بساؤں

جلد۴

چگتا پھروں چمن میں دانے ذرا ذرا سے — ساتھی جو ہیں پرانے ان سے ملوں ملاؤں

پھر دن پھریں ہمارے پھر سیر ہو وطن کی

اُڑتے پھریں خوشی سے کھائیں ہوا چمن کی

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے — دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے

گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے — دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

آزاد جس نے رہ کر دن اپنے ہوں گزارے — اس کو بھلا خبر کیا یہ قید کیا بلا ہے

آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے

میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

اقبال

اچپڑیا کی زاری

اے بد نہاد لڑکے اے نابکار لڑکے — یہ کیا کیا خدا کی تجھ پر ہو مار لڑکے

نازل غضب خدا کا تجھ پر اسی گھڑی ہو — اور موت لیکے خنجر سر پر ترے کھڑی ہو

ظالم خدا کرے تو بچپن میں جان کھوئے — میری طرح سے تیری ماں زار زار روئے

بے رحم کیا بگاڑا ان بے پروں نے تیرا — نقصان کیا کیا تھا ان ننھی جانوں نے تیرا

آشیانہ تھے انھوں نے سفاکی پہ سنبھالے — میرے غریب بچے میرے وہ بھولے بھالے
جلد۲
کن کن مصیبتوں سے تھا آشیاں بنایا — لا لا کے تنکا تنکا تھا گھر یہاں بنایا
وہ گھر کہیں پڑا ہے بچے کہیں پڑے ہیں — دور از مکانِ ویران بیکس کہیں پڑے ہیں
وہ میرا گھر میں آنا - انکا وہ چہچہانا — ان کو وہ لاڈ کرنا میرا وہ صدقے جانا
کن کن دکھوں سے ہائے بچوں کو میں نے پالا — پڑنا تھا ہائے قسمت اس پہ جفا سے پالا

مٹی پہ ہائے ہائے بیجاں پڑے ہوئے ہیں
کس نیند میں یہ میرے ناداں بچے سوئے ہیں

افسوس نسلِ انساں تجھ میں وفا نہیں ہے — کہتے ہیں اُنس جسکو تجھ میں ذرا نہیں ہے
تیغِ جفا سدا ہی تیری بیاں سے باہر — جور و جفا ہیں تیرے حدِ بیاں سی باہر
ہمسائگی میں تیرے آکر کہیں ہوئے تھے — لچھن ترے مگر ہم کچھ جانتے نہیں تھے
سختی تری ستمگر کتنی ہے بیکسوں پر — یہ جبر بے تحاشا یہ جور بے بسوں پر

غدار بے وفائی تیری سرشت میں ہے
تیرا ہی ڈیرہ دنیائے زشت میں ہے

نزدیک نسلِ انساں ہرگز کوئی نہ آئے — اپنے جگر پہ زخمِ تیغِ ستم نہ کھائے
اس میل جول کا گر انجام جانتی میں — کمبخت دل کا کہنا ہرگز نہ مانتی میں

جنگل میں جا کے اپنا میں آشیاں بناتی خطرے میں اپنی جاں کو ہرگز نہ ڈالتی میں

جلد۴

میں ان کو لا کھلاتی جنگل سے جا کے دانے

جبتک نہیں ہوئے تھے کمسن مرے سیانے

مجھ پر ستم ہوا ہے اے جسم و جاں کے مالک اے دادگر زمیں کے اے آسماں کے مالک

میں بے زباں ہوں کرتی فریاد تیرے آگے کہتی ہوں اپنے غم کی روداد تیرے آگے

اب کس طرف کو جاؤں میں بے زباں چڑیا

میں غم کی ماری چڑیا، میں خستہ جاں چڑیا

محروم

۱۰۰۔ ماتمِ بلبل

"یہ بلبل کا غم ہے نہ مضمون خیالی"

ذرا دیکھ اپنے چمن کو تو مالی نظر آ رہا ہے یہ کچھ خالی خالی

نہ پھولوں کا ہنسنا نہ بلبل کا رونا نہ رنگیں جمالی نہ شیریں مقالی

پڑی مردہ کنجِ قفس میں ہے بلبل وہ سر کی پیاری وہ نازوں کی پالی

نشاں ضرب کے ہیں تنِ نازنیں پر یہ گلچیں نے جاں اسکی کیوں بے خطا لی

جلد ۴

یقیناً جب اس نے گلِ تر کو توڑا — تو شیون ہے اس نے اک آندھی اُٹھالی
یہی ہاں یہی ننھی منّی سی چڑیا — کہ کل جس نے یوں راہِ ملکِ بقا لی
نظر اس پہ رکھتی تھی جیسے مکاں تک — گیا ہے نہ جائیگا پیکِ خیالی
زمانہ میں تھا شور اس کی فغاں کا — ثنا گر تھے اس کے ادانی اعالی

طیورِ چمن مرتے تھے اس کی لَے پہ
غرض جانِ گلزار تھی مرنے والی

بُرے وقت میں کوئی آڑے نہ آیا — کہاں تھے یہ گل کے اہالی موالی
یہ سوسن نے گونگے کا کھایا تھا کیوں گُڑ — نہ کچھ بات اس نے زباں سے نکالی
یہ کہتی کہ ظالم ذرا ڈر خدا سے — یہ تھی بات سیدھی نہ طعنہ نہ گالی
رہیں مہر بر لب نہ کچھ منہ سے بولیں — اب ایسی بھی کلیاں نہ تھی نئی بالی
نہ سمجھو کہ ہے بےخبر اس ستم سے — خداوند قدوس کی ذاتِ عالی
ستم کا عوض لے گا اور جلد لیگا — وہ بیکس کا وارث وہ بےبس کا والی
مگر شانِ قہرِ خداوند کے ہیں — کرشمے انوکھے ادائیں نرالی
شکنجہ میں کستا ہے وہ ڈھیل دیکر — کہ ہے بے نیہ اس کی شانِ جلالی
بہت جلد خوں رنگ لائیگا اسکا — نہ فریادِ بلبل کی جائے گی خالی

پڑینگے اسے اپنے جینے کے لالے
چھپے گی نہ گلچیں کے دامن کی لالی

ایک مسلمان خاتون از علی گڑھ

۱۰۲- کلی کی بے کلی

نسیم نے مجھے آ آکے گدگدایا ہے
اسی سے میرے لبوں پر تبسم آیا ہے

یہ میری بو کو نہ چھوڑیگی میں سمجھتی ہوں
مرے حجاب کو توڑیگی میں سمجھتی ہوں

سے نیگی ہاتھ مرے پیرہن کو کھولے گی
کلید ہو کے یہ قفل دہن کو کھولے گی

جو میں ہنسونگی تو گلچیں مجھے نہ چھوڑے گا
وہ سلسلہ مری حبِّ وطن کا توڑے گا

شجر کی شاخ نہ مجھ کو نصیب پھر ہو گی
شعاعِ مہر نہ میرے قریب پھر ہو گی

کہاں یہ رات کو تاروں کی چھاؤں میں رہنا
جگر چھیدے گا بنونگی میں ہار یا گہنا

گلے پڑونگی میں جبکی وہ گلے چھوڑیگا
مرے لباس کی رنگت بدلکے چھوڑے گا

جفائیں سہنے کو شاید جہاں میں آئی ہیں
ہوئی یہ چوک کہ حسن اور جاں لائی ہیں

کہے یہ کون کہ اللہ سے ڈرا و گلچیں
یہ بے زبان ہیں نہ اس پہ ستم کرا و گلچیں

وہ کیا سُنے گا اسے کوڑیوں کا لالچ ہے
طمع ہے سخت بُری چیز شوقؔ یہ سچ ہے

جدید

شوق قدوائی

۱۰۳۔ پھول کی فریاد

کیا خطا میری تھی ظالم تو نے کیوں توڑا مجھے
کیوں نہ میری عمر ہی تک شاخ میں چھوڑا مجھے

جانتا گر اس ہنسی کے دردناک انجام کو
میں ہوا کے گدگدانے سے نہ ہنستا نام کو

شاخ نے آغوش میں کس لطف سے پالا مجھے
تو نے ملنے کے لئے بستر پہ لا ڈالا مجھے

میری خوشبو سے بسائے گا بچھونا رات بھر
صبح ہوگی تو مجھے تو پھینک دیگا خاک پر

پتیاں اُڑتی پھریں گی منتشر ہو جائیں گی
رفتہ رفتہ خاک میں مِلجائیں گی کھو جائیں گی

تو نے میری جاں لی دم بھر کی زینت کے لیے
جلد ہا کی جفا مجھ پر فقط تھوڑی سی فرحت کے لیے

دیکھ میرے رنگ کی حالت بدل جانے پہ ہے
پتی پتی ہو چلی بے آب مرجھانے پہ ہے

پیڑ کے وہ سبز پتے رنگ میرا اُن میں لال
جس طرح کاہی دوپٹے میں کسی گلرخ کے گال

جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہو گئی
حیف ہے بچے سے ماں کی گود خالی ہو گئی

تتلیاں بے چین ہونگی جب نہ مجھ کو پائیں گی
غم سے بھونرے روئیں گے اور بلبلیں چلائیں گی

دودھ شبنم نے پلایا تھا ملا وہ خاک میں
کیا خبر تھی یہ کہ ہے بے رحم گلچیں تاک میں

مہر کہتا ہے مری کرنوں کی سب محنت گئی
ماہ کو غم ہے کہ میری دی ہوئی رنگت گئی

دیدۂ حیراں ہے کیاری باغباں کے دل پہ داغ
شاخ روتی ہے کہ ہے ہے گل ہوا میرا چراغ

میں بھی فانی تو بھی فانی سب ہیں فانی دہر میں
اک قیامت ہے مگر مرگِ جوانی دہر میں

شوق کیا کہتے ہیں تو بن لے سمجھ لے مان لے
دل کسی کا توڑنا اچھا نہیں تو جان لے

شوق قدوائی

جلد ۲

۱۰۴۔ موسم سرما کا آخری گلاب

یہ آخری گلاب کا ہے یادگار پھول — اور شاخ پر کھلا ہوا تنہا چمن میں پھول
بیکس غریب فرقتِ احباب میں ملول — دھندلا سا اک چراغ شبِ انجمن میں پھول

ہے کوئی غمگسار نہ ہمدم کوئی قریں — بچپن کے آشنا ہیں وہ خاندان کے پھول
رخصت ہوئی چمن سے رفیقانِ ہمنشیں — بکھرے پڑے ہیں خاک پہ اب گلستاں کے پھول

ننھی سی آہ کوئی کلی بھی نہیں قریب — ڈالے جو عکس پھول پہ سرخ کا غریب پر
کچھ دردِ دل کا حال کہے جس سے غم نصیب — جو اس کی آہ سرد کو سن کر ہو نوحہ گر

کملا نے دوں گا تجھکو میں تنہا نہ شاخ پر — ڈر ہے نہ کنج میں تری مٹی خراب ہو

جلد ۴

احباب سو رہے ہیں جہاں تیرے بے خبر — جا تو بھی اُنکے ساتھ ہم آغوشِ خواب ہو

کب تک زبان پہ فرقتِ احباب کا گلا — اب تیری پتیاں میں بچھاتا ہوں خاک پر

ہیں محوِ خوابِ مرگ جہاں تیرے آشنا — تجھکو بھی ان کے ساتھ سلاتا ہوں خاک پر

زحمتِ سفر اُٹھاؤں گا میں بھی جہاں سے جلد — احباب مجھسے جب مرے ہو جائیں گے جدا

چھوٹوں گا مر کے ہجر کے دردِ نہاں سے جلد — تنہا کوئی جہاں میں جیا بھی تو کیا جیا

کیا لیکے آہ کوئی کرے عمرِ جاوداں — سلکِ وفا میں جب نہ رہیں دُرِ آبدار

یارانِ رفتہ کا ہے زیارت کدہ جہاں — میری بھی بیکسی کا بنے گا وہی مزار

جب اُٹھ گئے جہاں سے یارانِ زندہ دل — جی کر غمِ فراق کے صدمے سہے گا کون

گڑیاں تری اُٹھائے گا اے دردِ جاں گسل — اس غم کدے میں آہ اکیلا رہے گا کون

سرور

۱۰۵۔ دورِ بہار

پھول کھلنے سے ہوا سارا چمن رشکِ جناں

بلبلوں کا اس لیے انداز کچھ مستانہ تھا

غنچہ خوبی پہ تھا اترایا ہر اک غنچہ دہاں
قمریوں کا سرو سے برتاؤ بے باکانہ تھا

جھومتے گلہائے تر زربفت کے جھونکوں میں تھے
جبکہ خود نرگس بھی ان کے حسن کا دیوانہ تھا

بے خطر پھرتا تھا ہر اک طائر شیریں زباں
اور یگانہ ہو گیا جو سبزۂ بیگانہ تھا

چہچہانے کی صدائیں آ رہی تھیں کان میں
اس سے بڑھ کر کیا کہوں وہ اک عجائب خانہ تھا

یک بیک جھونکا ہوائے تند کا آیا وہاں
کچھ نہ تھا گویا کہ مدت کا وہ اک ویرانہ تھا

آشیان بلبلیں جو یوں درہم ہوا
زاغ کا اور بوم کا اب خاص خلوت خانہ تھا

دیکھ کر یہ حالِ دل منظور یوں گویا ہوا
جو کہ دیکھا خواب تھا اور جو سنا افسانہ تھا

منظور

جلد۲

۱۰۶۔ ختمِ بہار

ختم کیا صبا نے رقص، گُل پہ نثار ہو چکی
جوشِ نشاط ہو چکا، صوتِ ہزار ہو چکی

رنگِ بنفشہ مٹ گیا، سنبل تر نہیں رہا
صحنِ چمن میں زینتِ نقش و نگار ہو چکی

مستیِ لالہ اب کہاں، اس کا پیالہ اب کہاں
دَورِ طرب گزر گیا آمدِ یار ہو چکی

رُت وہ جو تھی بدل گئی آئی بس اور نکل گئی
تھی جو ہوا میں نکہتِ مشکِ تتار ہو چکی

اب تک اسی روش پہ ہے اکبرِ مست و بے خبر
کہدے کوئی "عزیزِ من فصلِ بہار ہو چکی"

اکبر

جلد۴

۱۰۷۔ سیلِ زمانہ

مگر اوسیلِ حادثہ خدارا صبر کر ذرا
یہ دیکھ سامنے ہی کیا جزیرہ ایک خوش نما
ہری بھری یہ ڈالیاں لالہ وگل کی لالیاں
یہ نہریں اور نالیاں یہ لطفِ زندگی ہیں کیا
وہ دیکھ چند مہ جبیں حسیں اور نازنیں
لئے ستار اور بین بلا رہے ہیں مجھ کو آ
زمیں یہ دیکھ لینے دے یہ گانے سن تو لینے دی

ذرا سا دم تو لینے دے
مگر سُنے تری بلا

یہ سامنے ہیں جو عیاں مٹے ہوئے نکے ہیں نشاں
یہ دارا یہ نوشیرواں ہیں یہ سب کے سب فنا
وہ رومیوں کی عزّوشاں وہ جامِ جم کی داستاں

حجازیوں کے وہ نشاں وہ ہند و چیں کی خوبیاں

وہ پہلوانِ نامور وہ خسروانِ تاجور

وہ اہلِ علم باہنر وہ دین حق کے راہبر

گئے یہ سب کے سب گزر

مگر رہی تجھے بقا

بہائے جا اُڑائے جا ڈبائے جا مٹائے جا

قسم ہے تجھکو اپنی ہی یہی روش نبھائے جا

ناشاد

۱۰۸- سحرِ موسیقی

یہ چھاؤں تاروں کی کم کم یہ نور کا تڑکا گلوں پہ شبنم تر کے یہ گوہرِ شہوار

یہ جوشش لالۂ صحرا یہ سبزۂ کہسار یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا یہ نسیمِ عنبر بار

یہ شاخ شاخ پہ اندازِ زمزمہ خوانی یہ طائرانِ ترنم سرائے فصلِ بہار

فضائے عرش ہیں نغمہ طرازی کی قدرت ہو اُکے پردوں میں بانگِ سرورِ موسیقار

یہ دلفریبیٔ دریا کا دل رُبا منظر — دمِ خرام یہ موجوں کی شوخیٔ رفتار
جلد۴

رواں ہے ہلکی سی اک سطحِ آب پر کشتی

اور اس میں ایک حسینہ بجا رہی ہے ستار

جبیں ہے چاند سی زلفِ سیاہ بھونرا سی — کنول سے پائے نگاریں ہیں پھول سے رخسار

لباسِ حُسن ہے تصویرِ پاک دامانی — ہے ساری ہلکی سی ریشم کی ایک زیبِ کنار

غرض کہ حُسن کی ہے سر سے پاؤں تک مورت — نظر فریب ادا۔ دلفریب نقش و نگار

سہیلی سامنے بیٹھی ہے اک سمن اندام

کہ جس کے باغِ جوانی میں ہے شروعِ بہار

عجیب دُھن سے ہے چھیڑا ترانۂ شیریں — کہ جھومتے لبِ ساحل ہیں وجد میں اشجار

فسونِ نغمہ میں دل کش سکون کچھ ایسا ہے — ٹھہر ٹھہر کے ہے چلتی صبا دمِ رفتار

گدازِ شوق کا عالم ہے قلبِ دریا میں — ہر اک موج میں ہے اضطرابِ نبضِ شرار

قریب ہو کے گزرتی ہے جوشِ مستی میں — عجیب لغزشِ مستانہ سے نسیمِ بہار

نہیں ہے اب لبِ قمری پہ نالۂ کو کو — شرابِ ذوقِ ترنّم سے ایسی ہے سرشار

صدائے نغمہ نے افسوں کچھ ایسا پھونکا ہے — کہ ہے سکوت میں مرغانِ خوشگلوں منقار

غرض کہ طرفہ ہی جادو فسونِ موسیقی
بشر تو کیا کہ بہائم کو کرتا ہے یہ شکار

شاکر

۱۰۹- بانسری

لعلِ معجز نما سے ہنسی — اے لو، وہ شیام نے لگا دی
پیدا ہوا اک نفس سے اعجاز — اب اس سے زیادہ کون سا ساز
ہر ایک ترانہ دل رُبا ہے — جنگل نغموں سے گونج اٹھا ہے

عالم طاری ہی بیخودی کا — نغمہ سازی ہی بانسری کا
طائرِ اشجار پر ہیں خاموش — محوِ لذّاتِ جنّتِ گوش
مُرغِ تصویر ہر پرندہ — پابازِ نخجیر ہر چرندہ
سکتے میں کھڑے ہوئی ہیں آہو — گویا کوئی کر گیا ہے جادو
دُم ناچنے کو ہوئی چنور ہی — پر اپنے سے مور بیخبر ہی
اک جذبۂ بیخودی میں آ کے — لہراتے ہیں سانپ پھن اُٹھا کے

جنگل کی ہر ایک بھنبھیس گائے سکتہ میں ہے اپنا منہ اٹھائے

جب وحشیوں کا ہوا ہے یہ طور
حالت انساں کی کیوں نہ ہو اور

گاؤں سے راگ والیوں کا ہے محو سکوت اب کچھ ایسا
گویا آبادی ہی نہیں ہے خالی انسان سے زمیں ہے
بیکار ہیں جو ابھی تھے مشغول کس شغل میں تھے گئے یہ سب بھول
کھیتوں میں جو ہل چلا رہے تھے اور ساتھ ہی گنگنا رہے تھے
چپ چاپ وہ اب کھڑے ہوئے ہیں گویا کہ وہیں گڑے ہوئے ہیں
بچے گلیوں میں گھر کے اندر ہیں ناچتے بانسری کی لے پر
سب عورتیں مائیں بیبیاں سب خاموش ہیں بیٹھی ہیں جہاں جہاں سب
ڈالا ہے وہ زیر و بم نے پھندا چھوڑے بیٹھی ہیں گھر کا دھندا
جوبن جن پر شباب کا ہے یہ نغمہ انھیں تو فتنہ زا ہے
دل کو ہے یہ بیقرار کرتا آنکھوں کو ہے اشکبار کرتا
تھامے ہوئے ہیں جگر کو دل کو سنتی ہیں نوائے متصل کو

جو واقفِ رازِ معرفت ہیں ق شنوندۂ سازِ معرفت ہیں

یہ بنسی انھیں بھی ہے رُلاتی
پیغام ہی دوست کا سُناتی

محروم

جلد ۴

شعرا اور ان کا کلام

استدعا۔ ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں۔ اگر کوئی صاحب اُن سے مطلع فرمائیں گے تو باعث شکر گذاری ہوگا۔

۱۔ احسن لکھنوی، سید مہدی حسن صاحب

وطن لکھنؤ

صفحہ

(۹۲) آندھی پھول والی کا گیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۸

ضمیمہ جلد۲ ۲- آزاد : مولوی محمد حسین صاحب مرحوم صفحہ

ولادت ۱۸۳۱ء وطن دلی وفات ۱۹۱۰ء مدفن لاہور

(۹۰) طالب علم کی امید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۶

۳ ۔ اسمٰعیل : مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۴۲ء وطن میرٹھ وفات ۱۹۱۷ء مدفن میرٹھ

(۱) مروجہ شاعری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱
(۲۷) یادِ ایام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۰
(۸۲) میدان جنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲۷

۴ ۔ اشرف :

(۸۷) ماں کی آس امید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۲

۵ ۔ اعجاز : میر اعجاز حسین صاحب لکھنوی

(۴۳) زمزمہ نشاط ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۰
(۴۹) پیام مرگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۸
(۵۶) خواب راحت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۱

۶ ۔ اقبال : سر محمد اقبال ڈاکٹر

ولادت سنہ ۱۸۷۰ء وطن سیال کوٹ

صفحہ

ضمیمہ جلد ۲

(۴) شب و شاعر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴

(۹۹) ایک پرندے کی فریاد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴۶

۷۔ اکبر: سید اکبر حسین صاحب مرحوم

ولادت سنہ ۱۸۴۶ء وطن الہ آباد وفات سنہ ۱۹۲۱ء مدفن الہ آباد

(۹) ولولۂ عشق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱

(۴۲) عبرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸

(۴۷) نزع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۶

(۵۲) انجام غم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۱

(۱۰۶) ختم بہار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۸

۸۔ اکبر میرٹھی:

(۶۱) اسیر کا پیام ماں کے نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۹

۹۔ امجد: سید احمد حسین صاحب

ولادت سنہ ۱۳۰۴ء وطن حیدرآباد دکن

(۷۳) مزار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۹

ضمیمہ جلد ۲

صفحہ

(۹۴) پی - - - - - - - - - - - - ۱۴۱

۱۰ - امیر : منشی امیر احمد صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۲۸ء وطن لکھنؤ وفات ۱۹۰۰ء مدفن حیدرآباد دکن

(۱۷) دل کی بیکلی - - - - - - - - - - - - ۱۸

(۲۶) اختلاط - - - - - - - - - - - - ۳۰

(۴۱) محفل برہم - - - - - - - - - - - - ۵۷

(۸۵) فسانۂ دل - - - - - - - - - - - - ۱۳۱

(۹۵) بلبل - - - - - - - - - - - - ۱۴۱

۱۱ - انجم : نور محمد صاحب

(۴۸) دمِ واپسیں - - - - - - - - - - - - ۶۶

(۸۸) روزِ عید - - - - - - - - - - - - ۱۳۳

۱۲ - اوج : محمد یعقوب صاحب

ولادت ۱۸۸۳ء وطن گیا (بہار)

(۷۷) گورِ غریباں - - - - - - - - - - - - ۱۱۸

۱۳ - بینظیر : سید محمد بینظیر شاہ صاحب وارثی

صفحہ ضمیمہ جلد ۲

ولادت ۱۸۶۳ء وطن کڑا مانک پور ضلع الہ آباد

(۳۹) بے ثباتیِ دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۲

۱۴۔ توفیق : سید جلال الدین صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۸۱ھ وطن حیدرآباد دکن وفات ۱۳۳۹ھ مدفن حیدرآباد دکن

(۲۰) درد فراق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۰

۱۵۔ حالی : خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۳۷ء وطن پانی پت وفات ۱۹۱۴ء مدفن پانی پت

(۶) حالی اور اس کی شاعری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶
(۸) کارنامۂ عشق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰
(۲۹) باتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲
(۳۲) نشاط امید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۵
(۳۳) امید کا سہارا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۹
(۳۷) دنیا کی محبت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۹
(۳۸) بے ثباتی دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۰

ضمیمہ جلد۲ — صفحہ

۱۶۔ حسرت : مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی صدر یار جنگ بہادر

وطن حبیب گنج ضلع علی گڑھ

(۷۶) مقبرہ نور جہاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۵

۱۷۔ حفیظ :

وطن جونپور

(۱ ھ) اعتراز شاعری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵

۱۸۔ چکبست : منشی برج نراین صاحب

ولادت ۱۸۸۲ء وطن لکھنؤ

(۵۷) صبر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۱

۱۹۔ خاتون : مرحومہ صاحبزادی نواب فرزل اللہ خاں بہادر رئیس علی گڑھ

وطن بھیکم پور ضلع علی گڑھ وفات ۱۹۲۰ء

(۱۰۱) ماتم بلبل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۰

صفحہ ضمیمہ جلد ۴

۲۰- خان احمد حسین خاں صاحب

(۲۱) فرقت کی رات - - - - - - - - - - - ۲۱

۲۱- دل : خواجہ دل محمد صاحب

وطن لاہور

(۴۷) ملکہ نورجہاں کا مزار - - - - - - - - - ۱۱۰

۲۲- ذہین : سید غلام مصطفیٰ صاحب

وطن حیدرآباد

(۵۴) ثنا - - - - - - - - - - - - - ۱۳۰

۲۳- رواں : منشی جگت موہن لال صاحب

(۹۳) پپیہے - - - - - - - - - - - - - - ۱۴۰

۲۴- ریاض : منشی ریاض احمد صاحب

ولادت ۱۸۶۳ء وطن خیرآباد

(۱۰۵) مرثیہ فرزند - - - - - - - - - - ۶۹

۲۵- سحر : منشی دیبی پرشاد صاحب

ولادت ۱۸۴۰ء وطن بدایوں

صفحہ
ضمیمہ جلد ۲ (۲۹) یاد یار - - - - - - - - - - - - - (۱۹)

۲۶ - سرور جہان آبادی : منشی درگا سہائے صاحب آنجہانی

ولادت ۱۸۷۳ء وطن ضلع پیلی بھیت وفات ۱۹۱۰ء

(۱۵) دل بیقرار سوجا - - - - - - - - - - - - - - ۱۶
(۴۰) یاد ویرانہ - - - - - - - - - - - - - - - ۵۳
(۵۴) کلیجہ کا داغ - - - - - - - - - - - - - ۷۵
(۱۰۴) موسم سرما کا آخری گلاب - - - - - - - - - - ۱۵۵

۲۷ - سجاد : سید سجاد علی صاحب

(۵۵) آغاز وانجام - - - - - - - - - - - - - ۷۸
(۶۵) تسکین قلب - - - - - - - - - - - - ۹۹

۲۸ - شاد بجواڑیہ : منشی بالک رام صاحب

(۴۵) مثال زندگی - - - - - - - - - - - - - ۶۳

۲۹ - شاکر : منشی پیارے لال صاحب

وطن میرٹھ

(۴۶) موت کی گھڑی - - - - - - - - - - - - - ۶۴

صفحہ ضمیمہ جلد۲

(۱۰۸) سحر موسیقی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۶۰

۳۰۔ شبلی : علامہ شبلی نعمانی مرحوم
وطن اعظم گڑھ

(۶۶) نوحۂ برادر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۱

۳۱۔ شوق قدوائی۔ مولوی احمد علی صاحب قدوائی
ولادت سنہ ۱۸۵۳ء وطن ضلع بارہ بنکی

(۱۰۲) کلی کی بیکلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۲

(۱۰۳) بچوں کی شرارت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۳

۳۲۔ صادق : صادق علی خاں صاحب

(۳) شاعر کا دل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳

۳۳۔ طالب بنارسی : منشی دیبی پرشاد صاحب
وطن بنارس

(۴۴) آنی جانی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۱

۳۴۔ عالی : محمد اسمٰعیل خاں صاحب
وطن خورجہ ضلع بلند شہر

(۲۹) باتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲

صفحہ

ضمیمہ جلد ۴

(۸۶) دیوانہ فرزانہ - - - - - - - - - - ۱۳۱

۳۵ - عزیز لکھنوی : مرزا محمد ہادی صاحب

ولادت ۱۸۸۲ء وطن لکھنؤ

(۱۲) دل بے قرار کیا ہے - - - - - - - - - - ۱۳
(۶۲) یتیم اور گور پدر - - - - - - - - - - ۹۱
(۷۱) بچہ کی قبر - - - - - - - - - - ۱۰۷
(۷۹) قبرستان - - - - - - - - - - ۱۲۳

۳۶ - عزیز الرحمن صاحب بلگرامی

(۸۳) فنا - - - - - - - - - - ۱۲۸

۳۷ - عزیزہ خاتون : صاحبزادی نواب حاجی موسیٰ خاں صاحب رئیس علی گڑھ

وطن علی گڑھ

(۶۹) درد دل - - - - - - - - - - ۱۰۵

۳۸ - علی گوہر صاحب

(۹۹) وداع بلبل - - - - - - - - - - ۱۴۳

صفحہ ضمیمہ جلد

۳۹- کیفی :

(۲) نیچر کا شاعر - - - - - - - - - - - ۲

۴۰- محروم : منشی تلوک چند صاحب

ولادت ۱۸۸۵ء وطن عیسیٰ خیل (پنجاب)

(۱۳) دل سے دو دو باتیں - - - - - - - - - - - ۱۴
(۱۴) دل بے قرار ہو جا - - - - - - - - - - - ۱۶
(۲۳) شب غم - - - - - - - - - - - - - ۲۰
(۲۵) ابتدائے الفت - - - - - - - - - - ۲۹
(۴۲) موت - - - - - - - - - - - - - ۵۹
(۵۲) کسی لڑکے کا مدرسہ میں انتظار - - - - - - - - ۷۲
(۵۸) ماں کو نزع میں بچی کا دھیان - - - - - - - - ۸۲
(۵۹) معصوم بچی ماں کی میت پر - - - - - - - - ۸۳
(۶۴) سوزِ دل - - - - - - - - - - - - - ۹۷
(۶۷) نوحۂ وفات نادر شاعر - - - - - - - - - ۱۰۳
(۷۰) گریہ - - - - - - - - - - - - - ۱۰۵

صفحہ

ضمیمہ جلد۱
(۷۵) ملکۂ نورجہاں کا مزار — ۱۱۳
(۹۸) بلبل کی فریاد — ۱۴۵
(۱۰۰) چڑیا کی زاری — ۱۴۸
(۱۰۹) بانسری — ۱۶۲

۴۱ - محسن کاکوری : مولوی محمد محسن صاحب مرحوم
ولادت ۱۲۴۲ھ وطن کاکوری وفات ۱۹۰۵ء مدفن مین پوری

(۷) سراپائے عشق — ۸
(۱۱) وحشت — ۱۲

۴۲ - محشر : مرزا کاظم حسین صاحب لکھنوی

(۱۸) ضبط عشق — ۱۸

۴۳ - محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ اڈیٹر تہذیب نسواں

(۶۰) بن ماں کی بچی — ۸۵
(۸۹) ایک یتیم کی عید — ۱۳۴

۴۴ - مرزا ہادی رسوا : پروفیسر مرزا محمد ہادی صاحب لکھنوی

(۹۱) غریب طالب علم — ۱۳۷

صفحہ

(۹۷) بلبل اسیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴۳ ضمیمہ

۴۵۔ منظور: قاضی عبداللہ خاں صاحب

(۱۰۵) دور بہار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵

۴۶۔ نادر کاکوروی: نادر علی خاں صاحب مرحوم

وطن کاکوری

(۲۲) رات کے بےچین گھنٹے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۲

(۶۳) مرحومہ کی یاد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۶

۴۷۔ ناشاد: سید نذیر حسین صاحب

(۱۰۷) سیل زمانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۵

۴۸۔ ناظر:

(۱۰) جوش جنوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱

۴۹۔ ناظر: چودھری خوشی محمد صاحب

ولادت ۱۸۷۲ء وطن گجرانوالہ

(۳۶) جوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۴

۵۰۔ نثار احمد صاحب

ضمیمہ جلد ۲ صفحہ

(۸۰) شہر خموشاں - - - - - - - - - - - - - ۱۴۴

۵۱ - نجم گیلانی : سید نجم الہدیٰ صاحب

(وطن گیلان (بہار))

(۸۱) جام شہادت - - - - - - - - - - - - - ۱۲۶

۵۲ - نظر : منشی نوبت رائے صاحب

(۵۱) جنازۂ پسر ۷۰

۵۳ - نظم طباطبائی : نواب حیدر یار جنگ سید علی حیدر صاحب

وطن لکھنؤ

(۷۸) گور غریباں - - - - - - - - - - - - - ۱۱۸

۵۴ - نیاز :

(۲۴) نامرادی - - - - - - - - - - - - - ۲۹

۵۵ - نیرنگ : سید غلام بھیک صاحب

وطن انبالہ

(۳۱) مقصود الفت - - - - - - - - - - - - - ۳۴

(۳۵) راحت یاس - - - - - - - - - - - - - ۴۲

صفحہ
ضمیمہ جدید
(۶۹) نوحۂ دوست - - - - - - - - - - ۱۰۴

۵۶- ہادی: سید محمد ہادی صاحب

ولادت ۱۸۸۵ء وطن مچھلی شہر

(۱۷) آفت دل - - - - - - - - - - - - ۱۷

۵۷- ؟

(۲۸) شکوۂ ناز - - - - - - - - - - - - ۳۱
(۳۰) پھول اور پیام - - - - - - - - - - - ۳۲
(۷۲) مزار دوست - - - - - - - - - - - - ۱۰۸

سلسلۂ دعوتِ صدق

اسرارِ حق

مؤلفہ

محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) حیدرآباد دکن

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صدیقین و اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور اُن کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لُب لباب۔ خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نارسائی اور احساس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم باطن کی تجدید اور اس کے مقامات، احادیث کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب، کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ ایک ہی نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝

جن علوم کو اللہ جل شانہٗ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین سے تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں ان کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے قابل دید حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت صرف تین روپیہ (سے) علاوہ محصول۔

معاشیات

(۱) **علم المعیشت**۔ اکنامکس (Economics) پر اُردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہے۔ مشکل سے مشکل معاشی اُصول و مسائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف مضامین بخوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں بلکہ خاصی تفریح حاصل ہوتی ہے۔ خوبی مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے لطف یہ کہ یونیورسیٹوں میں اکنامکس کے متعلم بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کو چھوڑ کر اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال (جو خود بھی معاشیات کے بڑے عالم ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی کتاب علم المعیشت اُردو زبان پر ایک احسان عظیم ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامّل نہیں ہے کہ اکنامکس پر اُردو میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور ہر لحاظ سے مکمل"۔ ضخامت تقریباً ۹۰۰ صفحہ خوشنما جلد۔ بسلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو دوسرا ایڈیشن بنظر ثانی شائع ہوا ہے قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵ر

(۲) **معیشت الہند**۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کا جاننا ملک کی

اصلاح وترقی کے واسطے ازحد ضروری ہی کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں یہ بھی اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہی۔ علم المعیشت میں معاشیات کے جو اُصول و مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہی۔ یہ دونوں کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں۔ ضخامت تخمیناً ۹۰۰ صفحہ خوشنما جلد۔ منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہو رہی ہی۔

(۳) **مالیات** ۔ پبلک فنانس (Publice finance) پر اُردو زبان میں سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہی مہذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام کس نہج پر قایم ہی۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور اُن کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہی یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے قومی رہبروں اور رئیسوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ ازحد ضروری ہی۔ ضخامت تخمیناً ۶۰۰ صفحہ خوشنما جلد (زیر تالیف)

(۴) **مقدمات المعاشیات** ۔ مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب انٹروڈکشن ٹو اکنامکس (Introduction to Economics) کا سلیس

اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اُصول و مسائل بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہی۔ ضخامت تقریباً ۵۰۴ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہی۔

(۵) **معاشیات ہند**۔ مسٹر پرمتھ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب انڈین اکنامکس (Indian Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہی۔ ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہی۔

(۶) **برطانوی حکومت ہند**۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش اڈمنسٹریشن ان انڈیا (British Administration in India) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہی یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہی۔ ضخامت تقریباً ۲۵۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہی۔

ملنے کا پتا: محمد مقتدی خاں شروانی علی گڑھ

Professor Elyas Burny's
Other Urdu Works

1. **Ilmul-Maaeeshat**—On Principles of Economics—over 800 pp.

2. **Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics—about 800 pp. (in press)

3. **Malyat**—On Public Finance—about 500 pp. (under preparation)

4. **Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation Moreland's Introduction to Economics.

5. **Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.

6. **Bartanvi Hukoomat-i-Hind**— Translation of Anderson's British Administration in India.

7. **Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pp.

Volume III ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrupeds.

Volume IV ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series, in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and gauge the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,
OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD (DECCAN).

December, 1924.

Volume II ... Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III... Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV... Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I ... Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainy-season, Winter, Summer and Spiring.

Volume II ... Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, Such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows :—

Set I.

MAARIF-E-MILLAT (Problems of Community)

Volume I ... Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion : A Prayer Book.

Volume II ... Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.

Volume III... Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.

Volume IV... Collection of poems dealing with the various problems of Ethics and Morals.

Set II

JAZBAT-E-FITRAT (Natural Feelings and Emotions).

Volume I ... Selections from the works of the two old and premier poets Mir and Sauda.

SELECTED URDU POEMS SERIES

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-Books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three Volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been pubished in

Jazbat-e-Fitrat

VOL IV

Selected Urdu Poems Series

Jazbat-e-Fitrat

Edited by

MOHAMED ELYAS BURNY
M. A., LL. B. (ALIG.)
Osmania University
Hyderabad (Deccan)

VOL. IV

3rd Edition { } Price Re 1